افادات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مرتب

مولانا محمد حسنین معاویہ

مکتبۃ الاسلام کراچی

افادات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مرتب

مولانا محمد حسنین معاویہ

مکتبۃ الاسلام کراچی

فہرستِ عنوانات

بسم الله الرحمن الرحيم

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی وسلام علی عبادہِ الّذین اصطفٰی

امّا بعد!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کئی سال سے "مشکوٰۃ المصابیح" بندہ کے زیرِ درس ہے، جلدِ اول کے ساتھ "مقدمہِ مشکوٰۃ" بھی درساً پڑھایا جاتا ہے، امسال مولوی محمد حنین معاویہ سلّمہٗ نے اس کو قلمبند کیا، اور احقر کو دکھلاتے رہے، ان کی خواہش ہے کہ طلباء کے فائدے کے لئے اس کو الگ سے شائع کیا جائے، بندہ کو بھی ان کی رائے مناسب معلوم ہوئی، کیونکہ اس مقدمہ کا ایک اردو ترجمہ اور شرح مولانا خواجہ محمد علی سہارنپوریؒ کی اگرچہ موجود ہے، مگر اب نئے ترجمہ اور نئے انداز کی شرح کی ضرورت تھی، تاکہ طلباء کے لئے اس کا سمجھنا آسان ہو، اس لئے اس کی اشاعت کی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اور علماء اور طلباء کے لئے اس کو نافع اور مفید بنائے، آمین۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علی النّبیّ الکریم

محمّد و آلہٖ وأصحابہٖ أجمعین إلٰی یوم الدّین

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۱۴ جمادی الاول

۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العلمین و الصلوٰۃ و السّلام علیٰ سیّد المرسَلین و

خاتم النبیّین و علیٰ الہٖ و أصحابہٖ أجمعین.

امّا بعدُ!

مقدمہ مشکوٰۃ شروع کرنے سے پہلے اس کے بارے میں تین باتوں کا جاننا ضروری ہے:

(۱).....مقدمہ مشکوٰۃ کے مؤلف کا تعارف۔

(۲).....مقدمہ مشکوٰۃ کے مصنف شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی مختصر سوانح۔

(۳).....مقدمہ مشکوٰۃ کی حقیقت۔

(۱).....مقدّمہ مشکوٰۃ کے مؤلف کا تعارف

مقدمہ مشکوٰۃ کے مؤلف، محدّث الہند، الشیخ مولانا عبدالحق محدّث دہلویؒ ہیں، یہ وہ عظیم الشان ہستی ہیں، جو گیارہویں صدی ہجری کے محدثین، علماء اور مشائخ میں سے ہیں، اور یہی سب سے پہلے ہندوستان میں حدیث شریف کو لانے والے ہیں، ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خاندان والے جیسے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، اور شاہ محمد اسحٰقؒ صاحب، اور ان کے شاگرد ہیں۔

دراصل اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہندوستان میں معقولات، جیسے منطق و فلسفہ اور علمِ کلام وغیرہ پڑھنے پڑھانے کا زیادہ رواج تھا، اور انہی علوم کا زیادہ چرچہ تھا، اور انہی پر زیادہ زور دیا جاتا تھا، حدیث شریف کی کوئی کتاب نہ پڑھی جاتی تھی، اور نہ پڑھائی جاتی تھی، برکت کے طور پر صرف مشکوٰۃ شریف کا درس ہوتا تھا، اور اس کو پڑھ کر آدمی "محدّث" بن جاتا تھا۔

دنیائے اسلام میں صحاحِ ستہ جیسے بخاری و مسلم، ترمذی و ابوداؤد وغیرہ، اور احادیث کی دیگر معروف کتابیں جیسے مؤطا امام مالکؒ اور مؤطا امام محمدؒ وغیرہ کو چھاپنے والے، ان کی تصحیح کرنے

والے، اور ان پر شرح وحاشیہ لکھنے والے حضرت مولانا احمد علی محدثِ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو محشّیِ بخاری کے نام سے مشہور ہیں، پھر ان کے جلیل القدر شاگردوں، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے باقاعدہ دورۂ حدیث پڑھنے اور پڑھانے کو رواج دیا، اور پھر ہندوستان میں اور ہندوستان کے باہر بھی دورۂ حدیث سے پہلے مشکوٰۃ شریف پڑھنے اور پڑھانے کا دستور ہوا، اور دورۂ حدیث کے طالبعلم کے لئے مشکوٰۃ شریف کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا، اس طرح پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما وغیرہ میں بھی حدیث شریف پڑھنے اور پڑھانے کا معمول بن گیا، اور یہ بات کہ حدیث کو ہندوستان میں سب سے پہلے لانے والے شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ ہیں، اس کا ایک عجیب وغریب واقعہ ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ اخیر عمر میں اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تاکہ زندگی کا آخری حصہ مدینہ منورہ میں عبادت میں گزاریں، پھر وہیں انتقال ہو، "جنۃ البقیع" میں مدفون ہوں، اور مدینہ منورہ میں مرنے کے فضائل حاصل ہوں۔

اسی دوران حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالحق! کیا تم میری حدیث ہندوستان میں نہیں پہنچاتے؟ شیخ نے عرض کیا: حضور! آپ کا حکم سر آنکھوں پر!، لیکن میں جس غرض سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوا ہوں، ہندوستان جانے سے وہ غرض فوت ہو جائے گی، اور جو میرا مقصد ہے، وہ حاصل نہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہندوستان جاؤ، اور وہاں میری حدیث پھیلاؤ، إن شاء اللہ تعالیٰ وہاں روزانہ تم کو خواب میں میری زیارت ہو جایا کرے گی، اس پر شیخ

"بہت مسرور ہوئے، اور مدینہ منورہ سے واپس ہندوستان تشریف لائے، اور حدیث شریف کے علم میں مشغول ہو گئے۔

چنانچہ شیخؒ نے مشکوٰۃ شریف کی چار خدمتیں انجام دی ہیں، تین ان میں سے مشکوٰۃ شریف کی شرح ہیں، اور ایک کتاب مشکوٰۃ شریف میں آنے والے راویوں کے حالات کے بیان پر مشتمل ہے۔

(۱).....لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح

یہ مشکوٰۃ شریف کی سب سے پہلی شرح ہے، اور مفصل ہے، جو ابھی تک چھپی نہیں ہے، اور اس کا قلمی نسخہ مظاہر العلوم سہارنپور کی لائبریری میں موجود ہے۔

(۲).....أشعة اللمعات فی شرح المشکوٰۃ

یہ مشکوٰۃ شریف کی دوسری شرح ہے، اور یہ شرح فارسی میں ہے، جو مختصر، جامع اور بہت معتبر ہے۔

(۳).....جامع البرکات منتخب فی شرح المشکوٰۃ

یہ مشکوٰۃ شریف کی تیسری شرح ہے، یہ مشکوٰۃ شریف کی شرح کا خلاصہ ہے۔

(۴).....أسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی المشکوٰۃ

یہ شیخؒ کی چوتھی کتاب ہے، اس میں شیخؒ نے مشکوٰۃ شریف کے اندر جن راویوں سے حدیث مروی ہے، ان کے تفصیلی حالات بیان فرمائے ہیں، یہ بھی ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہے۔

اور مشکوٰۃ شریف جلد ثانی کے آخر میں، جو رسالہ منسلک ہے، اس کا نام "الإکمال فی أسماء الرجال" ہے، یہ صاحب مشکوٰۃ کا رسالہ ہے، شیخؒ کا نہیں ہے، اور اس میں مشکوٰۃ شریف کے راویوں کے حالات کا مختصر تذکرہ ہے، جو حروف تہجی کی ترتیب سے ہے۔

(۲)..... شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ کی مختصر سوانح

حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ کے والد ماجد کا نام سیف الدینؒ تھا، آپ کے آباء و اجداد بخارا سے ہندوستان تشریف لائے تھے، چنانچہ شیخ عبدالحقؒ کی ولادت ۹۸۵ھ میں دہلی میں ہوئی، بچپن ہی میں تعلیم حاصل کی، اور حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل فرمائی، اور وہاں حدیث کی مشہور کتاب "کنز العمال" کے مؤلف حضرت شیخ علی متقیؒ کے شاگرد حضرت شیخ عبدالوہابؒ سے اجازتِ حدیث حاصل کی، اور بائیس (۲۲) سال کی عمر میں تمام علوم وفنون سے فراغت حاصل کی، اور علومِ شرعیہ کی خدمت میں، بالخصوص حدیث شریف کی خدمت میں مشغول ہوگئے، لیکن اکبر بادشاہ کے دربار کے بددینوں سے تنگ آکر گوشہ نشینی اختیار فرمائی، اور اکبر بادشاہ کے بیٹے جہانگیر کے دورِ حکومت میں ۱۰۵۲ھ میں دہلی میں ہی وفات پائی، اور وہیں آپ کا مزار ہے۔

آپ نے حدیث شریف کی عربی اور فارسی میں خدمت کی ہے، اور اس سلسلے میں جو کتابیں تصنیف فرمائیں، ان کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے، اس کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی تصانیف ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱)..... شرح سفر السعادة،

(۲)..... مدارج النبوة

یہ دونوں کتابیں سیرت کے موضوع پر ہیں۔

(۳)..... أخبار الأخيار

اس میں بزرگوں کی زندگی کے حالات ہیں۔

(۴)..... جذب القلوب فی دیار المحبوب

اس میں حرمین شریفین کی تاریخ ہے۔

(۵)..... ما ثبت بالسنّة

اردو میں اس کا ترجمہ "مؤمن کے ماہ وسال" کے نام سے ہے، اس میں ہر مہینے کے متعلق جو کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اس کو بیان کیا گیا ہے، اور جو رسومات وبدعات لوگوں نے ایجاد کی ہیں، ان کی مذمت فرمائی ہے۔

(۳)..... مقدمۂ مشکوٰۃ کی حقیقت

مقدمۂ مشکوٰۃ درحقیقت مشکوٰۃ شریف کا مقدمہ نہیں ہے، بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مشکوٰۃ شریف کی جو سب سے پہلی شرح لکھی ہے: "لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰة المصابیح" یہ اس کا دیباچہ ہے، اور ہندوستان میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ نے اپنے حاشیہ کی تصحیح کے ساتھ جب سب سے پہلے مشکوٰۃ شریف شائع کی، تو لمعات کا یہ دیباچہ مشکوٰۃ کے شروع میں شامل کردیا، اور اللہ جل شانہ کے فضل سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی خدماتِ مشکوٰۃ ایسی مقبول اور بارآور ہوئیں کہ شرح کا یہ دیباچہ، دیباچہ نہ رہا، بلکہ مشکوٰۃ شریف کے متن کا جزو اور حصہ بن گیا، اور نصاب میں داخل ہونے کی وجہ سے آج تک مشکوٰۃ شریف کے ساتھ درساً اور سبقاً سبقاً پڑھایا جاتا ہے، اس لئے یہ مقدمۂ مشکوٰۃ کے نام سے مشہور ہوگیا۔

مقدمہ کی اہمیت

یہ مقدمہ علمِ اصولِ حدیث میں ہے، جس میں علمِ اصولِ حدیث کی ابتدائی باتیں اور اصطلاحات ایسے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں کہ جن کا پڑھنا، سمجھنا اور یاد کرنا

حدیث کے طالب علم کے لئے، بالخصوص مشکوٰۃ شریف کے پڑھنے والے کے لئے نہایت اہم اور ضروری ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

متن

مُقَدِّمَةٌ

فِیْ بَیَانِ بَعْضِ مُصْطَلَحَاتِ عِلْمِ الْحَدِیْثِ مِمَّا یَکْفِیْ فِیْ شَرْحِ الْکِتَابِ مِنْ غَیْرِ تَطْوِیْلٍ وَ إِطْنَابٍ.

اِعْلَمْ أَنَّ الْحَدِیْثَ فِیْ اِصْطِلَاحِ جُمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِیْنَ یُطْلَقُ عَلٰی قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ فِعْلِهٖ وَ تَقْرِیْرِهٖ، وَ مَعْنَی التَّقْرِیْرِ أَنَّهُ فَعَلَ أَحَدٌ أَوْ قَالَ شَیْئًا فِیْ حَضْرَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ لَمْ یُنْکِرْهُ، وَ لَمْ یَمْنَعْهُ عَنْ ذٰلِکَ، بَلْ سَکَتَ وَ قَرَّرَ، وَ کَذٰلِکَ یُطْلَقُ عَلٰی قَوْلِ الصَّحَابِيِّ وَ فِعْلِهٖ وَ تَقْرِیْرِهٖ، وَ عَلٰی قَوْلِ التَّابِعِيِّ وَ فِعْلِهٖ وَ تَقْرِیْرِهٖ، فَمَا انْتَهٰی إِلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَهٗ: اَلْمَرْفُوْعُ، وَمَا انْتَهٰی إِلَی الصَّحَابِيِّ یُقَالُ لَهٗ: اَلْمَوْقُوْفُ، کَمَا یُقَالُ: قَالَ أَوْ فَعَلَ أَوْ قَرَّرَ ابْنُ عَبَّاسٍ، أَوْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوْفًا، أَوْ مَوْقُوْفٌ عَلَی ابْنِ عَبَّاسٍ، وَ مَا انْتَهٰی إِلَی التَّابِعِيِّ یُقَالُ

لَهُ: اَلْمَقْطُوْعُ.

وَ قَدْ خَصَّ بَعْضُهُمُ الْحَدِيْثَ بِالْمَرْفُوْعِ وَ الْمَوْقُوْفِ، إِذِ الْمَقْطُوْعُ يُقَالُ لَهُ: اَلْأَثَرُ، وَ قَدْ يُطْلَقُ الْأَثَرُ عَلَى الْمَرْفُوْعِ أَيْضًا، كَمَا يُقَالُ: "اَلْأَدْعِيَةُ الْمَأْثُوْرَةُ" لِمَا جَاءَ مِنَ الْأَدْعِيَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، وَ الطَّحَاوِيُّ سَمّٰى كِتَابَهُ الْمُشْتَمِلَ عَلٰى بَيَانِ الْأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ وَ آثَارِ الصَّحَابَةِ بِشَرْحِ مَعَانِي الْآثَارِ، وَ قَالَ السَّخَاوِيُّ: إِنَّ لِلطَّبْرِيِّ كِتَابًا مُسَمًّى بِتَهْذِيْبِ الْآثَارِ مَعَ أَنَّهُ مَخْصُوْصٌ بِالْمَرْفُوْعِ، وَ مَا ذُكِرَ فِيْهِ مِنَ الْمَوْقُوْفِ فَبِطَرِيْقِ التَّبَعِ وَ التَّطَفُّلِ.

وَ الْخَبَرُ وَ الْحَدِيْثُ فِي الْمَشْهُوْرِ بِمَعْنًى وَّاحِدٍ، وَ بَعْضُهُمْ خَصُّوا الْحَدِيْثَ بِمَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِيْنَ، وَ الْخَبَرُ بِمَا جَاءَ عَنْ أَخْبَارِ الْمُلُوْكِ وَ السَّلَاطِيْنِ وَ الْأَيَّامِ الْمَاضِيَةِ، وَ لِهٰذَا يُقَالُ لِمَنْ يَشْتَغِلُ بِالسُّنَّةِ: مُحَدِّثٌ، وَ لِمَنْ يَشْتَغِلُ بِالتَّوَارِيْخِ: أَخْبَارِيٌّ.

ترجمہ

مقدمہ

یہ مقدمہ علمِ اصولِ حدیث کی ان چند اصطلاحات کے بیان میں ہے، جو مشکوۃ المصابیح کی احادیث کی شرح ووضاحت کے لئے بغیر طوالت وزیادتی کے کافی ہیں۔

جان لو کہ جمہور محدثینؒ کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے، اور تقریر کے معنیٰ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے کوئی کام کیا، یا کوئی بات کہی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، اور اس کو اس بات سے یا اس کام سے منع نہیں فرمایا، بلکہ خاموشی اختیار فرمائی، اور اس کو برقرار رکھا، اور اسی طرح حدیث کا اطلاق صحابی کے قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے، اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر بھی۔

جس حدیث کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے، اس کو حدیثِ مرفوع کہا جاتا ہے، اور جس حدیث کی سند صحابی تک پہنچتی ہو، اس کو حدیثِ موقوف کہا جاتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: قال أو فعل أو قرر ابن عباسؓ أو عن ابن عباسؓ موقوفا، أو موقوف علی ابن عباسؓ.

اور جس کی سند تابعی تک پہنچے، اس کو مقطوع کہا جاتا ہے۔

اور بعض حضراتِ محدثینؒ نے حدیث کے لفظ کو مرفوع اور موقوف کے

ساتھ خاص کیا ہے، اس لئے کہ مقطوع کو اثر کہا جاتا ہے، اور کبھی کبھی مرفوع پر بھی اثر کا لفظ بول دیا جاتا ہے، جیسا کہ وہ دعائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ان کو "اَدعیۂ ماثورہ" کہا جاتا ہے، اور حضرت امام طحاویؒ نے اپنی کتاب کا نام، جو احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہؓ دونوں پر مشتمل ہے، "شرح معانی الآثار" رکھا ہے، اور علامہ سخاویؒ نے فرمایا کہ امام طبریؒ کی ایک کتاب، جس کا نام "تہذیب الآثار" ہے، جبکہ وہ صرف مرفوع احادیث کے ساتھ خاص ہے، اور اس میں موقوف احادیث کو تبعاً اور ضمناً ذکر کیا گیا ہے۔

خبر اور حدیث مشہور قول کے مطابق ایک معنٰی میں ہیں، اور بعض حضراتِ محدثینؒ نے حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ اور تابعینؒ کے ساتھ خاص کیا ہے، اور خبر کو گذشتہ زمانوں اور بادشاہوں کی خبروں کے ساتھ خاص کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جو شخص حدیث میں مشغول ہو، اس کو محدّث کہا جاتا ہے، اور جو شخص تاریخ میں مشغول ہو، اس کو اخباری کہا جاتا ہے۔

خلاصہ وتشریح

مصنفؒ نے اس مقدمہ میں علمِ اصولِ حدیث کی ان چند اصطلاحات کو بیان فرمایا ہے جو مشکوٰۃ شریف کی احادیث کے سمجھنے کے لئے بغیر طوالت اور زیادتی کے کافی وشافی ہیں۔

سب سے پہلے مصنفؒ نے حدیث کی تعریف بیان فرمائی ہے۔

حدیث کی تعریف

حدیث شریف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔

تقریر کا مطلب

کسی شخص نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی، یا کوئی کام کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اس کی تردید فرمائی، اور نہ اس سے منع فرمایا، بلکہ خاموشی اختیار فرمائی، اور اس کو برقرار رکھا، اس کو تقریر کہتے ہیں۔

اسی طرح حدیث، صحابی کے قول وفعل اور تقریر کو بھی کہتے ہیں، اور اسی طرح تابعی کے قول وفعل اور تقریر کو بھی کہتے ہیں۔

قوله: فما انتهى إلى النبي صلى الله عليه وسلم ...الخ

یہاں سے مصنفؒ حدیث کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱).....مرفوع، (۲).....موقوف، (۳)..... مقطوع،

مرفوع

وہ حدیث ہے جس کی سند آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔

موقوف

وہ حدیث ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچے، جیسے قال ابن عباسؓ، فعل ابن عباسؓ.

مقطوع

وہ حدیث ہے جس کی سند کسی تابعی تک پہنچے۔

قولہ: و قد خص بعضھم الحدیث... الخ

بعض حضرات محدثینؒ نے فرمایا کہ مرفوع اور مقطوع کو حدیث کہتے ہیں، اور مقطوع کو اثر کہتے ہیں، اور کبھی کبھی لفظ اثر، حدیث مرفوع پر بھی بول دیا جاتا ہے، جیسے ان دعاؤں کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ادعیۂ ماثورہ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت امام طحاویؒ نے اپنی ایک کتاب میں احادیث نبویہ اور آثار صحابہؓ دونوں کو جمع کیا ہے، اور اس کا نام ''شرح معانی الآثار'' رکھا ہے، اسی طرح علامہ طبریؒ نے اپنی کتاب جس میں اصلاً حدیث مرفوع کو بیان کیا ہے، اور حدیث موقوف کو ضمناً و تبعاً بیان کیا ہے، لیکن اپنی کتاب کا نام ''تہذیب الآثار'' رکھا ہے۔

ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ لفظ اثر مرفوع احادیث پر بھی بولا جاتا ہے۔

قولہ: والخبر والحدیث الخ

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ خبر و حدیث میں فرق ہے یا نہیں؟

حضرات محدثینؒ کی مشہور اصطلاح میں دونوں برابر ہیں، اور ان میں ترادف کی نسبت ہے۔

بعض حضرات محدثینؒ نے دونوں میں فرق کیا ہے، وہ یہ ہے کہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، یا صحابیؓ، یا تابعیؒ کے قول و فعل کو کہتے ہیں، ان کے علاوہ تاریخی امور کے سلسلے میں گزرے ہوئے بادشاہوں، حکمرانوں اور گزشتہ زمانہ کے لوگوں کے حالات و واقعات کو خبر کہتے ہیں، اسی لئے جو حدیث شریف کی خدمت میں مشغول ہو، اس کو ''محدث'' کہتے ہیں، اور جو تاریخی امور میں مشغول ہو، اس کو ''اخباری'' کہتے ہیں۔

متن

وَالرَّفْعُ قَدْ يَكُوْنُ صَرِيْحًا وَ قَدْ يَكُوْنُ حُكْمًا، أَمَّا صَرِيْحًا فَفِي الْقَوْلِيِّ كَقَوْلِ الصَّحَابِيِّ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا أَوْ كَقَوْلِهٖ: أَيِ الصَّحَابِيِّ أَوْ قَوْلِ غَيْرِهٖ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ كَذَا، وَفِي الْفِعْلِيِّ كَقَوْلِ الصَّحَابِيِّ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَعَلَ كَذَا أَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَنَّهٗ فَعَلَ كَذَا أَوْ عَنِ الصَّحَابِيِّ أَوْ غَيْرِهٖ مَرْفُوْعًا أَوْ رَفَعَهٗ أَنَّهٗ فَعَلَ كَذَا، وَالتَّقْرِيْرِيُّ أَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ أَوْ غَيْرُهٗ: فَعَلَ فُلَانٌ أَوْ أَحَدٌ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَذَا وَلَا يَذْكُرُ إِنْكَارَهٗ، وَأَمَّا حُكْمًا فَكَإِخْبَارِ الصَّحَابِيِّ الَّذِيْ لَمْ يُخْبِرْ عَنِ الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ عَنِ الْأَحْوَالِ الْمَاضِيَةِ كَأَخْبَارِ الْأَنْبِيَاءِ أَوِ الْآتِيَةِ كَالْمَلَاحِمِ وَ الْفِتَنِ وَ أَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ عَنْ تَرَتُّبِ ثَوَابٍ مَّخْصُوْصٍ أَوْ عِقَابٍ مَّخْصُوْصٍ عَلٰى فِعْلٍ فَإِنَّهٗ لَا سَبِيْلَ إِلَيْهِ إِلَّا السَّمَاعُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ، أَوْ يَفْعَلُ الصَّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ أَوْ يُخْبِرُ الصَّحَابِيُّ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ كَذَا فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، لِأَنَّ الظَّاهِرَ اِطِّلَاعُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ وَ نُزُوْلِ الْوَحْيِ بِهٖ، أَوْ يَقُوْلُوْنَ: مِنَ السُّنَّةِ كَذَا، لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ السُّنَّةَ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، وَ قَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ يَحْتَمِلُ سُنَّةَ الصَّحَابَةِ وَ سُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ، فَإِنَّ السُّنَّةَ تُطْلَقُ عَلَيْهِ.

ترجمہ

رفع کبھی صریح ہوگا، اور کبھی حکمی ہوگا، بہر حال! رفع صریحی قولی میں جیسا کہ صحابی کا قول "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کذا" یا جیسا کہ صحابی کا قول یا صحابی کے علاوہ کا قول "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، أو عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کذا" اور (رفع صریحی) فعلی میں، جیسا کہ صحابی کا قول "رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کذا، او عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ فعل کذا" یا صحابی سے، یا صحابی کے علاوہ سے مرفوعا روایت کرے، یا وہ اس کو مرفوعا روایت کرے کہ "انہ فعل کذا" اور (رفع صریحی) تقریری میں یہ کہ صحابی یا صحابی کے علاوہ کوئی کہے "فعل فلان او احد بحضرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا"

اور راوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ذکر نہ کیا ہو۔

اور بہر حال! (رفع) حکمی، جیسا کہ وہ صحابی، جو کتب سابقہ سے روایت نہ کرے، اس صحابی کا خبر دینا ایسے امور کی جن میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، خواہ وہ گذشتہ احوال سے متعلق ہوں، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی خبریں، یا آئندہ کے احوال سے متعلق ہوں، جیسا کہ جنگیں، فتنے، قیامت کی ہولناکیاں، یا کسی کام پر مخصوص ثواب، یا مخصوص عذاب کی خبر دینا، کیونکہ ان امور کی اطلاع دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے پر موقوف ہے، مگر چونکہ صراحۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان باتوں کی نسبت نہیں کی، اس لئے ایسی روایات کا رفع حکمی ہے، اور یہ روایات حکماً مرفوع ہیں۔

یا صحابی وہ کام کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، یا صحابی خبر دے کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس طرح کرتے تھے، یہ بھی حکماً رفع ہے، اس لئے کہ اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایسا کرتے تھے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کام پر مطلع ہوئے ہوں گے، اور وحی کا نزول بھی اس کے بارے میں ہوا ہوگا۔

یا صحابی یہ کہیں کہ صحابہؓ کہا کرتے تھے: "من السنۃ کذا" تو ظاہر یہی ہے کہ سنّت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے، اور بعض حضراتِ محدّثینؒ نے یہ فرمایا کہ اس میں صحابہؓ کی سنّت اور خلفاءِ راشدینؓ

کی سنت کا بھی احتمال ہے، اس لئے کہ سنت کا اطلاق ان پر بھی ہوتا ہے۔

خلاصہ وتشریح

یہاں سے مصنف رفع کی دو قسمیں بیان فرما رہے ہیں، سند کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کو رفع کہتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱)..... رفع صریحی، (۲)..... رفع حکمی

رفع صریحی

سند حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صراحۃً پہنچے۔

رفع حکمی

سند حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صراحۃً نہ پہنچے، بلکہ پہنچنے کے حکم میں ہو۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں:

(۱)..... قولی، (۲)..... فعلی، (۳)..... تقریری

(۱)..... رفع صریحی قولی

جیسے صحابی کا قول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كذا، یا صحابی کا، یا صحابی کے علاوہ کسی کا قول: قال رسول الله صل الله عليه وسلم او عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال كذا.

(۲)......رفع صریحی فعلی

جیسے صحابی کا قول: رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کذا او عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ فعل کذا، یا صحابی، یا صحابی کے علاوہ کوئی مرفوعاً روایت کو ذکر کرے کہ انہ فعل کذا.

(۳)......رفع صریحی تقریری

صحابی یا صحابی کے علاوہ کوئی کہے کہ فلاں نے، یا کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح کیا، اور وہ راوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ذکر نہ کرے۔

(۱)......رفع حکمی قولی

جیسے کوئی صحابی، جو سابقہ کتب سے روایت نہ کر رہے ہوں، اور ان امور کی خبر دیں، جن میں اجتہاد کی گنجائش بھی نہ ہو، اور ان کے معلوم ہونے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے سوا کوئی اور ذریعہ نہ ہو، جیسے احوالِ ماضیہ کی خبر، جیسے اخبارِ انبیاء علیہم السلام، اور احوالِ آتیہ کی خبر دیں، یا جیسے جنگوں، فتنوں، اور قیامت کی ہولناکی وغیرہ کی باتیں بتائیں۔

(۲)......رفع حکمی فعلی

جیسے صحابی کوئی ایسا کام کریں کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔

(۳)......رفع حکمی تقریری

یا جیسے صحابی خبر دیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ اس طرح کرتے تھے، یا وہ صحابی یا تابعی کہیں کہ "من السنة کذا" تو اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہے۔

قوله: و قال بعضهم: انه يحتمل سنة الصحابة... الخ

شیخؒ یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب کوئی صحابیؓ کہیں "من السنة كذا" کہ یہ کام سنّت میں سے ہے، تو بعض مشایخؒ فرماتے ہیں: اس سے خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مراد نہیں، بلکہ اس میں صحابہؓ کی سنّت، اور حضراتِ خلفاءِ راشدینؓ کی سنّت کا بھی احتمال ہے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مراد ہونے کا کوئی واضح قرینہ نہ ہو، کیونکہ سنّت کا اطلاق صحابہ کی سنّت اور خلفاءِ راشدین کی سنّت پر بھی ہوتا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: **عليكم بسنتي وسنة خلفاء الراشدين المهديين.**

متن

فَصْلٌ:

اَلسَّنَدُ طَرِيْقُ الْحَدِيْثِ وَهُوَ رِجَالُهُ الَّذِيْنَ رَوَوْهُ، وَالْإِسْنَادُ بِمَعْنَاهُ، وَقَدْ يَجِيْءُ بِمَعْنٰى ذِكْرِ السَّنَدِ وَ الْحِكَايَةِ عَنْ طَرِيْقِ الْمَتْنِ.

وَالْمَتْنُ مَا انْتَهٰى إِلَيْهِ الْإِسْنَادُ، فَإِنْ لَّمْ يَسْقُطْ رَاوٍ مِنَ الْبَيْنِ فَالْحَدِيْثُ مُتَّصِلٌ وَ يُسَمّٰى عَدَمُ السُّقُوْطِ اِتِّصَالًا، وَإِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ أَوْ أَكْثَرُ فَالْحَدِيْثُ مُنْقَطِعٌ وَهٰذَا السُّقُوْطُ اِنْقِطَاعٌ.

وَالسُّقُوْطُ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ مِنْ أَوَّلِ السَّنَدِ وَ يُسَمّٰى مُعَلَّقًا وَ هٰذَا الْإِسْقَاطُ تَعْلِيْقًا، وَالسَّاقِطُ قَدْ يَكُوْنُ وَاحِدًا وَ

قَدْ يَكُوْنُ أَكْثَرَ، وَقَدْ يُحْذَفُ السَّنَدُ كَمَا هُوَ عَادَةُ الْمُصَنِّفِيْنَ يَقُوْلُوْنَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

وَالتَّعْلِيْقَاتُ كَثِيْرَةٌ فِيْ تَرَاجِمِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَ لَهَا حُكْمُ الْاِتِّصَالِ، لِأَنَّهُ الْتَزَمَ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ أَنْ لَّا يَأْتِيَ إِلَّابِالصَّحِيْحِ، وَلٰكِنَّهَا لَيْسَتْ فِيْ مَرْتَبَةِ مَسَانِيْدِهٖ إِلَّا مَا ذُكِرَ مِنْهَا مُسْنَدًا فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْ كِتَابِهٖ.

وَقَدْ يُفَرَّقُ فِيْهَا بِأَنَّ مَا ذُكِرَ بِصِيْغَةِ الْجَزْمِ وَالْمَعْلُوْمِ كَقَوْلِهٖ: قَالَ فُلَانٌ أَوْ ذَكَرَ فُلَانٌ، دَلَّ عَلٰى ثُبُوْتِ إِسْنَادِهٖ عِنْدَهٗ فَهُوَ صَحِيْحٌ قَطْعًا،وَمَا ذَكَرَهٗ بِصِيْغَةِ التَّمْرِيْضِ وَالْمَجْهُوْلِ كَقِيْلَ، أَوْ يُقَالُ، أَوْ ذُكِرَ، فَفِيْ صِحَّتِهٖ عِنْدَهٗ كَلَامٌ، وَلٰكِنَّهٗ لَمَّا أَوْرَدَهٗ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ كَانَ لَهٗ أَصْلٌ ثَابِتٌ، وَلِهٰذَا قَالُوْا: تَعْلِيْقَاتُ الْبُخَارِيِّ مُتَّصِلَةٌ صَحِيْحَةٌ.

وَ إِنْ كَانَ السُّقُوْطُ مِنْ آخِرِ السَّنَدِ فَإِنْ كَانَ بَعْدَ التَّابِعِيِّ فَالْحَدِيْثُ مُرْسَلٌ، وَهٰذَا الْفِعْلُ إِرْسَالٌ كَقَوْلِ التَّابِعِيِّ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ

پہلی فصل

سندحدیث کے طریق کو کہتے ہیں، اور طریق، حدیث کے وہ راوی ہیں، جنہوں نے اس کو روایت کیا ہے، اور اسناد طریق کے معنٰی میں ہے، اور کبھی (اسناد) سند کے ذکر کرنے اور متن کے طریق کی حکایت کرنے کے معنٰی میں آتا ہے، اور متن وہ ہے، جہاں اسناد کی انتہاء ہو جائے، اور اگر درمیان سے راویوں میں سے کوئی راوی ساقط نہ ہو، تو وہ حدیث متصل ہے، اور اس ساقط نہ ہونے کو اتصال کہا جائے گا، اور اگر ایک یا زیادہ راوی ساقط ہوں، تو حدیث منقطع ہے، اور یہ سقوط انقطاع کہلائے گا، اور سقوط اگر سند کے شروع سے ہو، تو معلّق کہا جائے گا، اور یہ اسقاط تعلیق کہلائے گا، اور ساقط کبھی ایک ہوگا، اور کبھی زیادہ ہوں گے، اور کبھی پوری سند حذف کردی جائے گی، جیسا کہ مصنّفینؒ کی عادت ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.

اور بخاری شریف کے تراجم میں بہت زیادہ تعلیقات ہیں، اور وہ تعلیقات حکماً متصل ہیں، اس لئے کہ امام بخاریؒ نے اپنی اس کتاب میں صحیح احادیث کا ہی التزام کیا ہے، لیکن وہ ان کی مسند کے مرتبہ میں نہیں ہیں، الّا یہ کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں کسی دوسری جگہ پر بطورِ مسند اس کو ذکر کیا ہو، اور کبھی تعلیقاتِ بخاری میں اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ

حضرت امام بخاریؒ نے جس کو جزم اور یقین کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے، جیسے ان کا قول: قال فلان او ذکر فلان، تو ان کے نزدیک یہ سند کے ثابت ہونے پر دلالت ہے کہ وہ یقینی طور پر صحیح ہے، اور جس کو مجہول اور تمریض کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہو، جیسے قیل، یقال و ذکر، تو ان کے نزدیک اس کی صحت میں کوئی نہ کوئی کلام ہے، لیکن جب امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اس کو ذکر کیا، تو اس کے لئے ضرور کوئی اصل ثابت ہوگی، یہی وجہ ہے کہ جمہور مشائخِ حدیث نے کہا کہ بخاری شریف کی تعلیقات متصل اور صحیح ہیں۔

اور اگر سقوط سند کے آخر سے تابعی کے بعد ہو، تو وہ حدیث مرسل ہے، اور یہ فعل ارسال کہلائے گا، جیسے کہ تابعی کا قول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.

خلاصہ وتشریح

اس فصل میں مصنفؒ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)..... سند اور متن کسے کہتے ہیں؟

(۲)..... سند میں سے راویوں کے ساقط ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں:۔

پہلی بات:..... سند اور متن کسے کہتے ہیں؟

حدیث کے روایت کرنے والے راویوں کے سلسلے کو سند کہتے ہیں، اور اس کو اسناد بھی کہتے

ہیں، اور طریق بھی کہتے ہیں، اور کبھی سند ذکر کرنے کو بھی اسناد کہہ دیتے ہیں، اور جہاں یہ سند ختم ہو، اسے حدیث اور متن کہتے ہیں۔

مثال

قال الحمیدی حدثنا سفیان یقول حدثنا علقمة یقول سمعت عمرؓ بن الخطاب علی المنبر یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: إنما الأعمال بالنیات.

اس مثال میں "قال الحمیدی" سے "عمرؓ بن خطاب سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم" تک سند اور طریق کہلاتا ہے، اور "انما الاعمال بالنیات" متن اور حدیث ہے۔

دوسری بات:..... سند سے راوی کا ساقط ہونا

اگر سند سے کوئی راوی ساقط نہ ہو، تو حدیث متصل ہے، اور راوی کے ساقط نہ ہونے کو اتصال کہتے ہیں، اور اگر ایک یا زیادہ راوی ساقط ہوں، تو حدیثِ منقطع کہتے ہیں، اور راوی ساقط ہونے کو انقطاع کہتے ہیں، پھر اگر سند کے شروع سے کوئی راوی ساقط ہو، تو اس کو حدیثِ معلّق کہتے ہیں، اور راوی کے ساقط ہونے کو تعلیق کہتے ہیں، اور اگر سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو، تو اس کو حدیثِ مرسل کہتے ہیں، اور راوی کے ساقط ہونے کو ارسال کہتے ہیں، اور اگر سند کے درمیان سے دو یا زیادہ راوی ساقط ہوں، تو اس کو حدیثِ معضل کہتے ہیں، اور ساقط ہونے کو اعضال کہتے ہیں۔

و قوله: والتعليقات كثيرة...

یہاں سے مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ بخاری شریف کے تراجم میں بہت زیادہ تعلیقات ہیں، کیونکہ وہ بغیر سند کے ذکر کی گئی ہیں، البتہ یہ تمام معلّق حدیثیں حکماً متصل ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ امام بخاریؒ جو بھی حدیث اپنی کتاب میں لائے ہیں، وہ صحیح حدیث لائے ہیں، اس وجہ سے تراجم بھی صحیح کے حکم میں ہوں گے، اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اگر امام بخاریؒ نے حدیث کو جزم اور معلوم کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا، تو امام بخاریؒ کے یہاں وہ صحیح ہے، اور اگر مجہول کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا، تو امام بخاریؒ کو اس کے صحیح ہونے میں شک ہے، لیکن جب وہ اس کو اپنی کتاب میں لائے ہیں، تو ضرور اس کی کوئی اصل ثابت ہوگی، اسی بناء پر جمہور مشائخِ حدیث کا قول ہے کہ جو احادیث امام بخاریؒ نے ذکر کی ہیں، وہ صحیح بھی ہیں، اور متصل بھی ہیں۔

متن

وَقَدْ يَجِيْءُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ الْمُرْسَلُ وَالْمُنْقَطِعُ بِمَعْنًى وَ الْاِصْطِلَاحُ الْأَوَّلُ أَشْهَرُ.

ترجمہ

اور کبھی حضراتِ محدّثینؒ کے یہاں مرسل اور منقطع ایک معنٰی میں آتے ہیں، اور پہلی اصطلاح زیادہ مشہور ہے۔

خلاصہ وتشریح

یہاں سے مصنفؒ حدیثِ مرسل اور منقطع میں نسبت بیان فرمارہے ہیں، اس میں دو قول

ہیں:

(۱)..... حدیث مرسل اور منقطع میں تباین کی نسبت ہے، اس لئے کہ منقطع وہ ہے، جس کے درمیان سے ایک یا زیادہ راوی ساقط ہوں، اور مرسل میں آخر سے تابعی کے بعد راوی ساقط ہو۔ (یہ قول راجح ہے۔)

(۲)..... حدیث منقطع اور مرسل میں تساوی کی نسبت ہے، دونوں ایک ہی معنٰی میں ہیں، منقطع، مرسل کو، اور مرسل، منقطع کو کہتے ہیں، اس لئے کہ دونوں میں راوی ساقط ہوتے ہیں۔

متن

وَحُكْمُ الْمُرْسَلِ التَّوَقُّفُ عِنْدَ جُمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ لِأَنَّهُ لَا يُدْرٰى أَنَّ السَّاقِطَ ثِقَةٌ أَوْ لَا، لِأَنَّ التَّابِعِيَّ قَدْ يَرْوِىْ عَنِ التَّابِعِيِّ وَ فِي التَّابِعِيْنَ ثِقَاتٌ وَغَيْرُ ثِقَاتٍ، وَعِنْدَ أَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ مَالِكٍ اَلْمُرْسَلُ مَقْبُوْلٌ مُطْلَقًا، وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّمَا أَرْسَلَهُ لِكَمَالِ الْوُثُوْقِ وَ الْاِعْتِمَادِ، لِأَنَّ الْكَلَامَ فِي الثِّقَةِ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ صَحِيْحًا لَمْ يُرْسِلْهُ وَلَمْ يَقُلْ: قَالَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ إِنِ اعْتُضِدَ بِوَجْهٍ اٰخَرَ مُرْسَلٍ أَوْ مُسْنَدٍ وَ إِنْ كَانَ ضَعِيْفًا قُبِلَ، وَعَنْ أَحْمَدَ قَوْلَانِ، وَهٰذَا كُلُّهُ إِذَا عُلِمَ أَنَّ عَادَةَ ذٰلِكَ التَّابِعِيِّ أَنْ لَّا يُرْسِلَ إِلَّا عَنِ الثِّقَاتِ وَ إِنْ كَانَتْ عَادَتُهُ أَنْ يُّرْسِلَ عَنِ الثِّقَاتِ وَعَنْ غَيْرِ الثِّقَاتِ فَحُكْمُهُ اَلتَّوَقُّفُ بِالْاِتِّفَاقِ كَذَا قِيْلَ، وَ فِيْهِ تَفْصِيْلٌ أَزْيَدُ مِنْ

ذٰلِکَ ذَکَرَہُ السَّخَاوِیُّ فِیْ شَرْحِ الْأَلْفِیَۃِ.

وَ إِنْ کَانَ السُّقُوْطُ مِنْ أَثْنَاءِ الْإِسْنَادِ فَإِنْ کَانَ السَّاقِطُ اِثْنَیْنِ مُتَوَالِیًا یُسَمّٰی مُعْضَلاً (بِفَتْحِ الضَّادِ).

وَ إِنْ کَانَ وَاحِدًا أَوْ أَکْثَرَ مِنْ غَیْرِ مَوْضِعٍ وَّاحِدٍ یُسَمّٰی مُنْقَطِعًا.

وَ عَلٰی ھٰذَا یَکُوْنُ الْمُنْقَطِعُ قِسْمًا مِنْ غَیْرِ الْمُتَّصِلِ، وَ قَدْ یُطْلَقُ الْمُنْقَطِعُ بِمَعْنٰی غَیْرِ الْمُتَّصِلِ مُطْلَقًا شَامِلاً لِجَمِیْعِ الْأَقْسَامِ، وَ بِھٰذَا الْمَعْنٰی یُجْعَلُ مَقْسَمًا.

وَ یُعْرَفُ الْاِنْقِطَاعُ وَ سُقُوْطُ الرَّاوِیْ بِمَعْرِفَۃِ عَدَمِ الْمُلَاقَاۃِ بَیْنَ الرَّاوِیْ وَالْمَرْوِیِّ عَنْہُ إِمَّا بِعَدَمِ الْمُعَاصَرَۃِ أَوْ عَدَمِ الْاِجْتِمَاعِ وَالْإِجَازَۃِ عَنْہُ بِحُکْمِ عِلْمِ التَّارِیْخِ الْمُبَیِّنِ لِمَوَالِیْدِ الرُّوَاۃِ وَ وَفِیَاتِھِمْ وَ تَعْیِیْنِ أَوْقَاتِ طَلَبِھِمْ وَ ارْتِحَالِھِمْ، وَبِھٰذَا صَارَ عِلْمُ التَّارِیْخِ أَصْلاً وَ عُمْدَۃً عِنْدَ الْمُحَدِّثِیْنَ.

ترجمہ

اور مرسل کا حکم جمہور علماءؒ کے نزدیک توقف ہے، اس لئے کہ معلوم نہیں کہ بے شک ساقط ہونے والا ثقہ ہے، یا نہیں، اس لئے کہ تابعی کبھی دوسرے تابعی سے روایت کرتا ہے، اور تابعین میں بعض ثقہ اور بعض غیر ثقہ، دونوں طرح کے ہیں، اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک حدیث مرسل

مطلقاً مقبول ہوگی، اور وہ کہتے ہیں کہ اس نے کامل اعتماد اور بھروسے کی وجہ سے ارسال کیا ہے، اس لئے کہ گفتگو ثقہ میں ہے، اور اگر ان کے یہاں صحیح نہ ہوتی، تو وہ ارسال نہ کرتے، اور یوں نہ کہتے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کسی دوسری مرسل یا مسند حدیث کے ذریعہ اس کی تائید ہو جائے، اگر چہ وہ ضعیف ہی ہو، تو قبول کی جائے گی، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اس بارے دو قول ہیں، اور یہ ساری تفصیل اس وقت ہے، جبکہ معلوم ہو جائے کہ اس تابعی کی عادت ہے کہ وہ ثقہ راویوں ہی سے ارسال کرتا ہے، اور اگر اس کی عادت یہ ہے کہ وہ دونوں ثقات اور غیر ثقات سے ارسال کرتا ہے، تو اس کا حکم پھر بالاتفاق توقف ہوگا، اسی طرح حضرات محدثینؒ کی طرف سے کہا گیا ہے، اور اس میں اس سے زیادہ بھی تفصیل ہے، جس کو امام سخاویؒ نے اپنی کتاب ''شرح الالفیہ'' میں ذکر کیا ہے۔

اور اگر راوی کا ساقط ہونا سندوں کے درمیان سے ہو، تو اگر دو مسلسل راوی ساقط ہوں، تو اس کو حدیثِ معضل کہا جائے گا، اور اگر ایک یا زیادہ مختلف جگہوں سے ساقط ہوں، تو اس کو منقطع کہا جائے گا، اور اس تعریف کی وجہ سے منقطع غیر متصل کی قسم ہوگی، اور کبھی منقطع کو مطلقاً غیر متصل بھی کہہ دیا جاتا ہے، تمام اقسام کو شامل ہونے کی وجہ سے، اور اس معنیٰ کی وجہ سے اس کو مقسم بنا دیا جائے گا۔

(خلاصہ یہ کہ پہلی اصطلاح کی بناء پر منقطع غیر متصل کی اقسام میں سے

ایک قسم ہوئی، اور دوسری اصطلاح کے لحاظ سے منقطع غیر متصل کے مرادف ہوئی۔)

اور انقطاع اور راوی کے ساقط ہونے کا پہچانا راوی اور مروی عنہ (یعنی استاذ) کی عدمِ ملاقات کی پہچان پر ہے، اور دونوں کے درمیان عدمِ ملاقات اس طرح معلوم ہوسکتی ہے کہ یا تو ان کا زمانہ ایک نہیں ہے، یا ان کا آپس میں اجتماع نہیں ہوا، یا راوی کو اس مروی عنہ سے اجازت نہیں ہوئی، تو یہ انقطاع اور راوی کا سقوط علمِ تاریخ کی معرفت سے ہوگا، جو کہ رُوات کے سنِ ولادت اور سنِ وفات بتلاتی ہے، اور ان کی تعلیم کے اوقات کی تعیین اور ان کے سفر کے اوقات بتلاتی ہے، تو اس وجہ سے حضراتِ محدثینؒ کے نزدیک علمِ تاریخ نہایت عمدہ اور اصل چیز ہے۔

خلاصہ وتشریح

یہاں سے مصنفؒ حدیثِ مرسل کا حکم بیان فرمار ہے ہیں، اس میں دو الفاظ ہیں: ایک ہے: مرسل (بفتح السین) اور ایک: مرسِل (بکسر السین)، اگر راوی سند کے آخر سے ساقط ہو، تو اس کو مرسَل کہتے ہیں، اور جو شخص ایسا کرے گا، اس کو مرسِل کہتے ہیں، تو حدیثِ مرسَل میں مرسِل دو حال سے خالی نہیں: یا ہمیشہ ثقہ راویوں سے ارسال کرے گا، یا ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرے گا؟ اگر دوسری صورت ہے، یعنی ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرتا ہے، تو اس صورت میں حدیث میں توقف ہوگا، اور تحقیق ہوگی، پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ثقہ سے ارسال کیا ہے، تو قبول کی جائے گی، ورنہ مردود ہوگی۔

اور اگر پہلی صورت ہے، یعنی ہمیشہ ثقہ راوی کو حذف کرتا ہے، تو اس میں اختلاف ہے۔

(۱)..... جمہور محدثینؒ کے ہاں توقف ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ تابعی کبھی کسی تابعی سے، اور کبھی کسی صحابیؓ سے روایت کرتا ہے، تو صحابیؓ سب کے سب ثقہ ہیں، اور تابعی بعض ثقہ اور بعض غیر ثقہ ہیں، لہذا توقف ہوگا۔

(۲)..... حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مطلقاً حدیثِ مرسل مقبول ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ثقہ سے ارسال کرتا ہے، لہذا اس نے یقین سے ارسال کیا ہے، اور اگر راوی غیر ثقہ اور غیر صحیح ہوتا، تو وہ کبھی ارسال نہ کرتا، لہذا اس کو قبول کیا جائے گا۔

(۳)..... حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ حدیثِ مرسل کی تائید اگر دوسری حدیثِ مرسل سے ہوجائے، یا حدیثِ مسند سے ہوجائے، اگرچہ وہ مسند ضعیف ہو، تو حدیثِ مرسل کو قبول کرلیا جائے گا۔

(۴)..... حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی دو روایتیں ہیں:

(۱)..... توقف ہوگا، (۲)..... قبول کی جائے گی۔

اس مسئلہ میں اور بھی تفصیل ہے، جس کو امام سخاویؒ نے ''شرح اَلفیہ'' میں ذکر کیا ہے۔

قولہ: و إن كان السقوط من أثناء الإسناد

یہاں سے مصنفؒ حدیثِ معضل کو بیان فرما رہے ہیں

حدیثِ معضل کی تعریف

حدیثِ معضل وہ حدیث ہے، جس کی سند کے درمیان سے مسلسل دو راوی ساقط ہوں، اور اگر ایک یا ایک سے زیادہ راوی درمیان سے ساقط ہوں، لیکن مسلسل نہ ہوں، تو اس کو حدیثِ منقطع کہتے ہیں۔

قولہ: وعلی ھذا یکون المنقطع.....الخ

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ منقطع غیر متصل کی ایک قسم ہے، اور اس کی ایک قسم معلق، اور ایک قسم مرسل، اور ایک قسم معضل بھی ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منقطع غیر متصل کو بھی کہہ دیتے ہیں، تو پھر منقطع مقسم بنے گا، اور اس کی چار قسمیں ہوں گی:

(۱)..... معلق، (۲)..... مرسل، (۳)..... معضل، (۴)..... مدلس۔

قولہ: و یعرف الانقطاع و سقوط الراوی.....الخ

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ راوی ساقط ہے، تو فرمایا کہ علمِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی کا سنِ ولادت، اور سنِ تعلیم، اور سنِ وفات، اور اساتذہ کے نام، اور کس کس شیخ اور استاذ سے ان کی ملاقات ہوئی، یہ سب باتیں تاریخ میں مذکور ہیں، اس لئے فرمایا کہ تاریخ سے معلوم ہوگا، اس لحاظ سے علمِ تاریخ حضراتِ محدثینؒ کے نزدیک نہایت اہم چیز ہے۔

متن

وَمِنْ أَقْسَامِ الْمُنْقَطِعِ الْمُدَلَّسُ (بِضَمِّ الْمِيمِ وَفَتْحِ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ) يُقَالُ لِهٰذَا الْفِعْلِ التَّدْلِيسُ وَ لِفَاعِلِهٖ مُدَلِّسٌ (بِكَسْرِ اللَّامِ). وَصُوْرَتُهٗ أَنْ لَّا يُسَمِّيَ الرَّاوِيْ شَيْخَهُ الَّذِيْ سَمِعَهٗ مِنْهُ بَلْ يَرْوِيْ عَمَّنْ فَوْقَهٗ بِلَفْظٍ يُّوْهِمُ السِّمَاعَ وَلَا يَقْطَعُ كِذْبًا كَمَا يَقُوْلُ: عَنْ فُلَانٍ وَ قَالَ فُلَانٌ.

وَ التَّدْلِيْسُ فِي اللُّغَةِ كِتْمَانُ عَيْبِ السِّلْعَةِ فِي الْبَيْعِ، وَ قَدْ يُقَالُ إِنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنَ الدَّلَسِ وَ هُوَ اِخْتِلَاطُ الظَّلَامِ وَ اِشْتِدَادُهُ، سُمِّيَ بِهِ لِاشْتِرَاكِهِمَا فِي الْخَفَاءِ.

قَالَ الشَّيْخُ: وَحُكْمُ مَنْ ثَبَتَ عَنْهُ التَّدْلِيْسُ أَنَّهُ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ إِلَّا إِذَا صَرَّحَ بِالْحَدِيْثِ

قَالَ الشُّمُنِّيْ: اَلتَّدْلِيْسُ حَرَامٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ، رُوِيَ عَنْ وَكِيْعٍ أَنَّهُ قَالَ: لَايَحِلُّ تَدْلِيْسُ الثَّوْبِ فَكَيْفَ بِتَدْلِيْسِ الْحَدِيْثِ، وَبَالَغَ شُعْبَةُ فِيْ ذَمِّهِ.

وَ قَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ قُبُوْلِ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ فَذَهَبَ فَرِيْقٌ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ إِلٰى أَنَّ التَّدْلِيْسَ جَرْحٌ وَ أَنَّ مَنْ عُرِفَ بِهِ لَا يُقْبَلُ حَدِيْثُهُ مُطْلَقًا، وَ قِيْلَ: يُقْبَلُ، وَ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ إِلٰى قُبُوْلِ تَدْلِيْسِ مَنْ عُرِفَ أَنَّهُ لَا يُدَلِّسُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ كَابْنِ عُيَيْنَةَ وَ إِلٰى رَدِّ مَنْ كَانَ يُدَلِّسُ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَ غَيْرِهِمْ حَتّٰى يَنُصَّ عَلٰى سَمَاعِهِ بِقَوْلِهِ: سَمِعْتُ أَوْ حَدَّثَنَا أَوْ أَخْبَرَنَا.

وَالْبَاعِثُ عَلَى التَّدْلِيْسِ قَدْ يَكُوْنُ لِبَعْضِ النَّاسِ غَرَضٌ فَاسِدٌ مِثْلَ إِخْفَاءِ السَّمَاعِ مِنَ الشَّيْخِ لِصِغَرِ سِنِّهِ أَوْ عَدَمِ شُهْرَتِهِ وَ جَاهِهِ عِنْدَ النَّاسِ.

وَ الَّذِيْ وَقَعَ مِنْ بَعْضِ الْأَكَابِرِ لَيْسَ لِمِثْلِ هٰذَا بَلْ مِنْ

جِهَةِ وُثُوقِهِمْ بِصِحَّةِ الْحَدِيْثِ وَ اِسْتِغْنَاءِ بِشُهْرَةِ الْحَالِ، قَالَ الشَّمْنِيّ: يَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ قَدْ سَمِعَ الْحَدِيْثَ مِنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الثِّقَاتِ وَ عَنْ ذٰلِكَ الرَّجُلِ فَاسْتَغْنٰى بِذِكْرِهٖ عَنْ ذِكْرِ أَحَدِهِمْ أَوْ ذِكْرِ جَمِيْعِهِمْ لِتَحَقُّقِهٖ بِصِحَّةِ الْحَدِيثِ فِيْهِ كَمَا يَفْعَلُ الْمُرْسِلُ.

وَ إِنْ وَقَعَ فِيْ إِسْنَادٍ أَوْ مَتْنٍ اِخْتِلَافٌ مِّنَ الرُّوَاةِ بِتَقْدِيْمٍ أَوْ تَأْخِيْرٍ أَوْ زِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ أَوْ إِبْدَالِ رَاوٍ مَكَانَ رَاوٍ آخَرَ أَوْ مَتْنٍ مَكَانَ مَتْنٍ أَوْ تَصْحِيْفٍ فِيْ أَسْمَاءِ السَّنَدِ أَوْ أَجْزَاءِ الْمَتْنِ أَوْ بِاخْتِصَارٍ أَوْ حَذْفٍ أَوْ مِثْلِ ذٰلِكَ فَالْحَدِيْثُ مُضْطَرِبٌ، فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ فَبِهَا، وَإِلَّا فَالتَّوَقُّفُ.

وَ إِنْ أَدْرَجَ الرَّاوِيْ كَلَامَهٗ أَوْ كَلَامَ غَيْرِهٖ مِنْ صَحَابِيٍّ أَوْ تَابِعِيٍّ مَثَلًا لِغَرَضٍ مِّنَ الْأَغْرَاضِ كَبَيَانِ اللُّغَةِ أَوْ تَفْسِيْرٍ لِلْمَعْنٰى أَوْ تَقْيِيْدٍ لِلْمُطْلَقِ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ، فَالْحَدِيْثُ مُدْرَجٌ.

ترجمہ

اور منقطع کی اقسام میں سے ایک قسم مدلَّس ہے (میم کے ضمہ اور لام مشدد کے فتح کے ساتھ)، اور اس فعل کو تدلیس کہا جائے گا، اور اس کے فاعل کو مدلِّس کہا جائے گا، (لام کے کسرہ کے ساتھ)، اور اس کی صورت یہ ہے کہ

راوی اپنے اس شیخ کا نام، جس سے اس نے وہ روایت سنی ہے، ذکر نہ کرے، اس سے اوپر کے درجہ والے سے روایت کرے، ایسے لفظ کے ساتھ جو اس سے سماع میں شبہ پیدا کرے کہ یہی شخص اس حدیث کا مروی عنہ ہے، اور اس کے ایسا کرنے میں یقینی طور پر جھوٹ کا شائبہ بھی نہ ہو، جیسے کہ وہ کہے: عن فلان و قال فلان.

اور تدلیس لغت میں بیع میں سامان کے عیب کو چھپانا ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ دَلَس سے مشتق ہے، جس کے معنٰی تاریکی کا چھا جانا ہے، اور اس کا زیادہ ہو جانا ہے، اس قسم کا نام "تدلیس" رکھا گیا، ان دونوں معنوں کے خفاء میں مشترک ہونے کی وجہ سے۔

شیخ ابنِ حجرؒ نے فرمایا: جس شخص سے تدلیس ثابت ہو، اس سے روایت کو قبول نہ کیا جائے، جب تک وہ اصل مروی عنہ سے حدیث کے سماع کی تصریح نہ کر دے، حضرت شمنیؒ نے فرمایا: تدلیس تمام ائمہ کرامؒ کے ہاں حرام ہے، حضرت وکیعؒ سے روایت ہے کہ کپڑے میں تدلیس حلال نہیں ہے، تو حدیث میں تدلیس کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور حضرت شعبہؒ نے تدلیس کی مذمت میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

مدلِّس کی روایت کے قبول کرنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ میں سے ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ تدلیس جرح کی ایک قسم ہے، اور جو شخص تدلیس کرنے میں معروف ہو، اس کی حدیث کو مطلقاً قبول نہیں کیا جائے گا، اور بعض حضرات نے کہا کہ قبول کیا

جائے گا۔

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس شخص کی تدلیس، جو ثقہ سے تدلیس کرنے میں معروف ہو، قبول کی جائے گی، جیسے ابنِ عیینہ کہ ان کی تدلیس قبول کی جائے گی، اور جو شخص ضعفاء اور غیر ضعفاء سے تدلیس کرتا ہے، اس کی روایت ردّ کی جائے گی، جب تک کہ وہ اپنے سماع کی تصریح نہ کردے، اپنے اس قول سمعت یا حدثنا یا أخبرنا کے ساتھ۔

تدلیس کا باعث کبھی تو بعض لوگوں کی غرضِ فاسد ہوتی ہے، مثلاً شیخ سے سماع کو چھپانا، اس کی عمر کے کم ہونے کی وجہ سے، یا لوگوں کے درمیان اس کی شہرت نہ ہونے کی وجہ سے، یا لوگوں میں اس کا کوئی خاص مقام و مرتبہ نہ ہونے کی وجہ سے۔

وہ تدلیس، جو بعض اکابرؒ سے منقول ہے، وہ اس قسم کی نہیں ہے، کیونکہ وہ کسی غرضِ فاسد پر مبنی نہیں ہے، بلکہ ان کا منشاء یہ ہے کہ جن سے حدیث کی روایت کی ہے، ان کو صحتِ حدیث پر یقین اور اعتماد تھا، اور شہرت کی وجہ سے ان کے حالات ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

علامہ شمنیؒ نے فرمایا: یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے ثقہ راویوں کی ایک جماعت سے، اور اس شخص سے بھی حدیث سنی ہو، جس سے تدلیس کی ہے، تو اب حدیث ذکر کرکے ان ثقہ راویوں میں سے کسی ایک کا ذکر کرنے، یا ان سب کے ذکر کرنے سے وہ مستغنی ہو جائے، ان کی صحتِ حدیث کے متحقق اور موجود ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ مرسل کرتا ہے۔

اور اگر اسناد میں یا متن میں راویوں کا اختلاف ہو جائے، تقدیم وتاخیر کی وجہ سے، یا زیادہ کردے یا کم کردے، یا ایک راوی کی جگہ دوسرے راوی کو ذکر کردے، یا ایک متن کی جگہ دوسرے متن کو ذکر کردے، یا سندوں کے ناموں میں غلطی کر کے دوسرے اسماء لکھدے، یا اجزاءِ متن میں غلطی کردے، یا اختصار کردے، یا حذف کردے، یا اسی قسم کی کوئی اور دوسری بات کردے، تو ایسی حدیث کو مضطرب کہتے ہیں، اگر اس قسم کی حدیث کا غیر مضطرب کے ساتھ جمع کرنا ممکن ہو، تو بہتر، ورنہ اس میں توقف کیا جائے گا۔

اگر راوی اپنا یا کسی صحابی یا تابعی کا کلام حدیث میں داخل کردے، ان اغراض میں سے کسی غرض کی وجہ سے، جیسے لغت کو بیان کرنا، یا تفسیر کرنا، یا مقید کو مطلق کرنا، یا اس کی مثل اور کچھ، تو اس حدیث کو مدرج کہتے ہیں۔

خلاصہ وتشریح

حدیثِ مدلَّس

وہ حدیث ہے جس میں راوی اپنے استاذ کا واسطہ حذف کر کے استاذ کے استاذ سے حدیث روایت کرنے کو ذکر کرے، اس طرح کہ نہ تو واسطے کے حذف ہونے کا شبہ ہو، اور نہ ہی جھوٹ کا امکان ہو، تو اس حدیث کو مدلَّس، اور روایت کرنے والے کو مدلِّس، اور ایسے اسقاط کو تدلیس کہتے ہیں۔

تدلیس کے لغوی اور اصطلاحی معنٰی

لغوی معنٰی دو ہیں: (۱)..... مبیع کے عیب کو چھپانا، (۲)..... اندھیرے کا چھا جانا۔

لغوی اور اصطلاحی معنٰی دونوں میں مناسبت ہے کہ جس طرح بیع میں بائع مبیع کے عیب کو چھپاتا ہے، ایسے ہی یہاں راوی اپنے استاذ کے واسطے کو چھپاتا ہے۔

مدلِّس کا حکم

(۱)..... حضرت شیخ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ راوی کے بارے میں اگر یہ پتہ چل جائے کہ اس نے تدلیس کی ہے، تو جب تک وہ استاذ کا ذکر نہیں کرے گا، اس کی حدیث قبول نہیں ہوگی، ہاں! استاذ کا ذکر کردے، تو قبول کی جائے گی۔

(۲)..... حضرت امام شمنیؒ فرماتے ہیں کہ تدلیس حرام ہے۔

(۳)..... حضرت امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ جب کپڑے میں عیب چھپانا حرام ہے، تو حدیث میں تدلیس بدرجۂ اولیٰ حرام ہے۔

(۴)..... حضرت امام شعبہؒ نے حدیث میں تدلیس کی سخت مذمت فرمائی ہے۔

(۵)..... کسی نے حدیثِ مدلَّس روایت کی، تو حدیث وفقہ والوں کی ایک جماعت کے نزدیک یہ جرح ہے، اور حدیث مجروح ہے، لہٰذا یہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی، اور ایک قول کے مطابق مطلقاً قبول ہوگی، جمہورؒ کے نزدیک تفصیل ہے کہ تدلیس دو حال سے خالی نہیں کہ راوی یا ثقہ سے تدلیس کرے گا، یا غیر ثقہ سے، اگر ثقہ سے کرتا ہے، تو حدیث قبول ہوگی، اور اگر غیر ثقہ سے کرتا ہے، تو قبول نہیں ہوگی۔

تدلیس کرنے کی وجہ کیا ہے؟

اس کے دو سبب ہیں: (۱)..... صحیح، (۲)..... غیر صحیح،

(۱)..... صحیح یہ ہے کہ بعض مرتبہ اس راوی کا استاذ بہت ہی ثقہ اور مشہور ہوتا ہے، اس شہرت کی بناء پر اس کا نام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، تو اس صورت میں تدلیس جائز ہے۔

(۲)..... غیر صحیح: بعض مرتبہ استاذ چھوٹی عمر کا یا غیر مشہور یا معمولی آدمی ہوتا ہے، تو اس کا نام لینے میں شرم آتی ہے، اس لئے تدلیس کرتا ہے، تو یہ غرضِ فاسد ہے، اور یہ تدلیس درست نہیں ہے۔

حدیثِ مضطرب

جس کی سند و متن میں تقدیم و تاخیر یا کمی و بیشی ہو جائے، اس کو حدیثِ مضطرب کہتے ہیں۔

حدیثِ مضطرب کا حکم

اس کا حکم اس کا یہ ہے کہ حدیثِ مضطرب کو غیر مضطرب کے ساتھ ملایا جائے گا، اگر مطابق ہو، تو مقبول ہوگی، ورنہ نہیں۔

حدیثِ مدرج

مدرج کے معنیٰ ہیں: داخل کیا ہوا، اور اصطلاح میں حدیثِ مدرج وہ حدیث ہے، جس میں راوی اپنا، یا کسی صحابی یا تابعی کا کلام بطورِ تشریح کے داخل کر دے، اور یہ پتہ نہ چلے کہ یہ قول کس کا ہے؟ تو اس کو حدیثِ مدرج کہتے ہیں۔

حدیثِ مدرج کا حکم

قصداً ایسا کرنا جائز نہیں۔

متن

فَصْلٌ: (تَنْبِيْهٌ)

وَ هٰذَا الْمَبْحَثُ يَنْجَرُّ إِلٰى رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ وَنَقْلِهٖ بِالْمَعْنٰى، وَفِيْهِ اِخْتِلَافٌ، فَالْأَكْثَرُوْنَ عَلٰى أَنَّهٗ جَائِزٌ مِمَّنْ هُوَ عَالِمٌ بِالْعَرَبِيَّةِ، وَ مَاهِرٌ فِيْ أَسَالِيْبِ الْكَلَامِ وَ عَارِفٌ بِخَوَاصِّ التَّرَاكِيْبِ وَ مَفْهُوْمَاتِ الْخِطَابِ لِئَلَّا يُخْطِئَ بِزِيَادَةٍ وَّ نُقْصَانٍ، وَقِيْلَ: جَائِزٌ فِيْ مُفْرَدَاتِ الْأَلْفَاظِ دُوْنَ الْمُرَكَّبَاتِ، وَ قِيْلَ: جَائِزٌ لِمَنْ اِسْتَحْضَرَ أَلْفَاظَهٗ حَتّٰى يَتَمَكَّنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيْهِ، وَقِيْلَ: جَائِزٌ لِمَنْ يَحْفَظُ مَعَانِي الْحَدِيْثِ وَ نَسِيَ أَلْفَاظَهَا لِلضَّرُوْرَةِ فِيْ تَحْصِيْلِ الْأَحْكَامِ وأَمَّا مَنْ اِسْتَحْضَرَ الْأَلْفَاظَ فَلَا يَجُوْزُ لَهٗ لِعَدَمِ الضَّرُوْرَةِ.

وَ هٰذَا الْخِلَافُ فِي الْجَوَازِ وَ عَدَمِهٖ، أَمَّا أَوْلَوِيَّةُ رِوَايَةِ اللَّفْظِ مِنْ غَيْرِ تَصَرُّفٍ فِيْهَا فَمُتَّفَقٌ عَلَيْهِ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَ. (الحديث) وَالنَّقْلُ بِالْمَعْنٰى وَاقِعٌ

فِی الْكُتُبِ السِّتَّةِ وَ غَيْرِهَا.

وَالْعَنْعَنَةُ رِوَايَةُ الْحَدِيْثِ بِلَفْظِ "عَنْ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ، وَالْمُعَنْعَنُ حَدِيْثٌ رُوِیَ بِطَرِيْقِ الْعَنْعَنَةِ، وَ يُشْتَرَطُ فِی الْعَنْعَنَةِ الْمُعَاصَرَةُ عِنْدَ مُسْلِمٍ وَاللِّقَاءُ عِنْدَ الْبُخَارِیِّ وَالْأَخْذُ عِنْدَ قَوْمٍ آخَرِيْنَ، وَ مُسْلِمٌ رَدَّ عَلَى الْفَرِيْقَيْنِ أَشَدَّ الرَّدِّ وَ بَالَغَ فِيْهِ، وَ عَنْعَنَةُ الْمُدَلِّسِ غَيْرُ مَقْبُوْلٍ.

وَكُلُّ حَدِيْثٍ مَرْفُوْعٍ سَنَدُهُ مُتَّصِلٌ فَهُوَ مُسْنَدٌ، هٰذَا هُوَالْمَشْهُوْرُ الْمُعْتَمَدُ عَلَيْهِ، وَ بَعْضُهُمْ يُسَمِّیْ كُلَّ مُتَّصِلٍ مُسْنَدًا، وَإِنْ كَانَ مَوْقُوْفًا أَوْ مَقْطُوْعًا، وَ بَعْضُهُمْ يُسَمِّی الْمَرْفُوْعَ مُسْنَدًا وَإِنْ كَانَ مُرْسَلاً أَوْ مُعْضَلاً أَوْ مُنْقَطِعًا.

ترجمہ

دوسری فصل

یہ دوسری فصل ہے، اس میں اس پر خبردار کرنا مقصود ہے کہ حدیث کو بغیر الفاظ کے صرف معنٰی کے اعتبار سے روایت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اس میں حضراتِ محدثین کا اختلاف ہے، اکثر محدثینؒ کے نزدیک روایت بالمعنٰی اس شخص کے لئے جائز ہے، جو عربی زبان کو جاننے والا ہو، اور عربی کلام کے اسلوب کا ماہر ہو، اور ترکیب کلام کے خواص اور خطاب کے مفہوم کو

سمجھنے والا ہو، تاکہ حدیث کا مفہوم بیان کرنے میں وہ کمی یا زیادتی کی غلطی نہ کرے، اور بعض حضرات نے کہا: مفرد الفاظ میں جائز ہے، مرکب الفاظ میں درست نہیں، اور بعض حضرات نے کہا: اس شخص کے لئے جائز ہے، جس کو حدیث کے الفاظ یاد ہوں، اور وہ ان میں تصرف کرنے اور مفہوم بیان کرنے پر قادر ہو، اور بعض حضرات نے کہا: اس شخص کے لئے جائز ہے، جس کو حدیث کے معانی یاد ہوں، لیکن الفاظ بھول گئے ہوں، احکام کو حاصل کرنے کے لئے ضرورت کی وجہ سے، بہر حال! وہ آدمی جس کو الفاظ یاد ہوں، اس کے لئے روایت بالمعنٰی جائز نہیں، کیونکہ ضرورت نہیں۔

اور یہ اختلاف جواز اور عدمِ جواز میں ہے، بہر حال! حدیث کو اس کے الفاظ کے ساتھ بغیر کسی تبدیلی کے روایت کرنا بالاتفاق اولیٰ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے، جس نے میری بات کو سنا، اور اس کو اچھی طرح یاد کر کے بغیر کمی وبیشی کے دوسروں تک پہنچادیا۔ (متفق علیہ)

اور معنٰی کے ساتھ نقل کرنا یہ صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں بکثرت واقع ہے۔

اور حدیثِ عنعنہ وہ حدیث ہے، جس کو "عن فلان عن فلان" کے لفظ سے روایت کریں، اور معنعن وہ حدیث ہے، جس کو عنعنہ کے طریقے پر روایت کیا جائے، یعنی جس میں عن فلان عن فلان پایا جائے، اور امام مسلمؒ کے نزدیک عنعنہ کے ساتھ روایت کرنے میں دونوں راویوں کا

زمانہ ایک ہونے کی شرط ہے، اور امام بخاریؒ کے نزدیک زمانہ ایک ہونے کے ساتھ باہم ملاقات بھی شرط ہے، اور دوسرے حضرات کے نزدیک اخذ وتحمل بھی شرط ہے، لیکن امام مسلمؒ نے دونوں فریقین پر رد کرنے میں مبالغہ اور شدت اختیار کی ہے، اور مدلّس کا عنعنہ بالکل قبول نہیں ہے۔

اور ہر وہ حدیث، جو مرفوع ہو، اور اس کی سند متصل ہو، وہ حدیث مسند کہلاتی ہے، یہی قول مشہور اور معتمد و معتبر ہے، اور بعض علماء نے کہا کہ ہر متصل کو مسند کہتے ہیں، اگرچہ موقوف ہو، یا مقطوع ہو، اور بعض حضرات نے حدیثِ مرفوع کو مسند کہا ہے، اگرچہ وہ مرسل ہو یا معضل ہو یا منقطع ہو۔

خلاصہ وتشریح

یہ دوسری فصل ہے، مصنفؒ نے اس میں دو باتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)..... تنبیہ بمعنٰی خبردار کرنا، (۲)..... حدیثِ معنعن اور مسند کی تعریف۔

(۱)..... پہلی بات: تنبیہ

اس میں مصنفؒ نے حدیث شریف بیان کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے دو طریقے بیان فرمائے ہیں:

(۱)..... روایت بالالفاظ، (۲)..... روایت بالمعنٰی

(۱)..... روایت بالالفاظ

اسے کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا، اس کو بعینہٖ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں بغیر کمی وبیشی کے بیان کرنا، اور دوسروں تک پہنچانا۔

یہی طریقہ بالاتفاق افضل اور راجح ہے، اس طرح حدیث شریف بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَ". (الحديث)

(۲)..... روایت بالمعنیٰ

اسے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی ہے، یا پہنچی ہے، اس کا مفہوم اور معنیٰ اپنے الفاظ میں بیان کرنا، یہ روایت بالمعنیٰ کہلاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، اور اس میں حضرات محدثینؒ کے چار اقوال ہیں:

(۱)..... پہلا قول: اکثر حضراتِ محدثین کا

یہ ہے کہ روایت بالمعنیٰ جائز ہے، اس شخص کے لئے جو عربی زبان کا ماہر ہو، یعنی عربی علوم کا ماہر ہو، جیسے علمِ صرف، علمِ نحو، علمِ ادب، علمِ بدیع، بیان وغیرہ کا، اور اسلوبِ کلام کا ماہر ہو، یعنی کلام کس طرح کرنا چاہئے؟، اور ترکیب کلام کے خواص سے واقف ہو، (مثلاً مرکب تام، مرکب ناقص وغیرہ کی کیا خصوصیات ہیں؟) اور خطاب کے مفہوم کو سمجھتا ہو، تاکہ حدیث شریف کا مفہوم بغیر کمی وبیشی کے بیان کرنے میں کوئی غلطی نہ ہو۔

(۲)..... دوسرا قول: بعض مشائخؒ کا

حدیث شریف میں جو مفرد کلمات ہیں، ان کا معنیٰ بیان کرنا جائز ہے، اور مرکب کلمات، یا کلام وعبارت کا مفہوم بیان کرنا جائز نہیں ـــــ مرکب سے مراد یہاں مرکبِ ناقص اور مرکب تام دونوں ہیں، یعنی مرکب اضافی اور مرکبِ توصیفی وغیرہ، اور جملہ وکلام مرکب اسنادی وغیرہ۔

(۳)......تیسرا قول: بعض حضرات کا

جس آدمی کو حدیث شریف کے الفاظ یاد ہوں، اس کے لئے مفہوم بیان کرنا درست ہے، ورنہ نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ الفاظ یاد ہوں گے، تو مفہوم بھی صحیح بیان کرے گا۔

(۴)......چوتھا قول: بعض حضرات کا

جس کو معنٰی و مفہوم اچھی طرح یاد ہو، مگر الفاظ بھول گئے ہوں، اس کے لئے حدیث سے احکام و مسائل مستنبط کرنے کی ضرورت کی وجہ سے جائز ہے، اس لئے کہ حدیث شریف سے مسائل و احکام مستنبط کرنے میں معنٰی کی ضرورت پڑتی ہے۔

صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں حدیث شریف کی روایت بالمعنٰی بکثرت موجود ہے۔

(۲)......دوسری بات: حدیثِ معنعن اور مسند کی تعریف

معنعن: وہ حدیث ہے، جس کو عَنْ عَنْ کے ذریعے بیان کیا جائے، جیسے عن فلان، اور حدیث کو عَنْ سے بیان کرنے کو عنعنہ کہتے ہیں، اور حدیث کو معنعن کہتے ہیں۔

حدیثِ معنعن کی شرائط

حدیث کو عنعنہ کے ساتھ روایت کرنے کی کیا شرطیں ہیں؟ اس میں حضراتِ محدثین کا اختلاف ہے، چنانچہ اس میں تین قول ہیں:

(۱)......حضرت امام مسلمؒ کے نزدیک ''عن'' کے ذریعے حدیث بیان کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو، ایک دوسرے سے ملنا، ملاقات کرنا، یا حدیث شریف لینا ان کے نزدیک ضروری نہیں۔

(۲)......امام بخاریؒ کے نزدیک ہم عصر ہونے کے ساتھ ساتھ باہم ملاقات ہونا بھی شرط

ہے۔

(۳)..... امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے علاوہ دیگر ائمۂ حدیث کے نزدیک ہم عصر ہونے اور ملاقات کے ساتھ راوی کا مروی عنہ سے حدیث کا لینا بھی شرط ہے۔

چونکہ حضرت امام مسلمؒ کے نزدیک صرف ہم عصر ہونا کافی ہے، راوی کی مروی عنہ سے ملاقات اور اس سے حدیث لینا شرط نہیں، اس لئے امام مسلمؒ نے ان دونوں فریق کی سخت تردید کی ہے، اور اس تردید میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

عَنعنۂ مدلّس کا حکم

مدلّس کا عنعنہ بالکل مقبول نہیں ہے۔

حدیثِ مسند کی تعریف

اس کی تعریف کے بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱)..... مشہور اور قابلِ اعتبار تعریف یہ ہے کہ جو حدیث مرفوع ہو، اور اس کی سند متصل ہو، ایسی حدیث کو مسند کہتے ہیں، راجح قول یہی ہے۔

(۲)..... بعض علماء کہتے ہیں کہ ہر حدیثِ متصل کو مسند کہتے ہیں، چاہے وہ موقوف ہو، یا مقطوع۔

(۳)..... حدیثِ مرفوع کو مسند کہتے ہیں، چاہے وہ مرفوع، مرسل ہو یا معضل ہو یا منقطع ہو۔

متن

وَمِنْ أَقْسَامِ الْحَدِيْثِ: اَلشَّاذُّ وَ الْمُنْكَرُ وَ الْمُعَلَّلُ.

وَ الشَّاذُّ فِي اللُّغَةِ مَنْ تَفَرَّدَ مِنَ الْجَمَاعَةِ وَ خَرَجَ مِنْهَا وَ فِي الْاِصْطِلَاحِ مَا رُوِيَ مُخَالِفًا لِمَا رَوَاهُ الثِّقَاتُ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ رُوَاتُهُ ثِقَةً فَهُوَ مَرْدُوْدٌ، وَ إِنْ كَانَ ثِقَةً فَسَبِيْلُهُ التَّرْجِيْحُ بِمَزِيْدِ حِفْظٍ وَ ضَبْطٍ أَوْ كَثْرَةِ عَدَدٍ وَ وُجُوْهٍ أُخَرَ مِنَ التَّرْجِيْحَاتِ. فَالرَّاجِحُ يُسَمّٰى مَحْفُوْظًا وَ الْمَرْجُوْحُ شَاذًّا

وَ الْمُنْكَرُ حَدِيْثٌ رَوَاهُ ضَعِيْفٌ مُخَالِفٌ لِمَنْ هُوَ أَضْعَفُ مِنْهُ، وَ مُقَابِلُهُ الْمَعْرُوْفُ، فَالْمَعْرُوْفُ وَ الْمُنْكَرُ كِلَا رَاوِيْهِمَا ضَعِيْفٌ وَأَحَدُهُمَا أَضْعَفُ مِنَ الْاٰخَرِ، وَ فِي الشَّاذِّ وَ الْمَحْفُوْظِ قَوِيٌّ أَحَدُهُمَا أَقْوٰى مِنَ الْاٰخَرِ، وَ الشَّاذُّ وَ الْمُنْكَرُ مَرْجُوْحَانِ وَ الْمَحْفُوْظُ وَ الْمَعْرُوْفُ رَاجِحَانِ.

وَ بَعْضُهُمْ لَمْ يَشْتَرِطْ فِي الشَّاذِّ وَ الْمُنْكَرِ قَيْدَ الْمُخَالَفَةِ لِرَاوٍ اٰخَرَ قَوِيًّا كَانَ أَوْ ضَعِيْفًا، وَ قَالُوْا: اَلشَّاذُّ مَا رَوَاهُ الثِّقَةُ وَتَفَرَّدَ بِهِ وَلَا يُوْجَدُ لَهُ أَصْلٌ مُوَافِقٌ وَ مُعَاضِدٌ لَهُ، وَ هٰذَا صَادِقٌ عَلٰى فَرْدِ ثِقَةٍ صَحِيْحٍ.

وَ بَعْضُهُمْ لَمْ يَعْتَبِرُوْا الثِّقَةَ وَلَا الْمُخَالَفَةَ، وَ كَذٰلِكَ الْمُنْكَرُ لَمْ يَخُصُّوْهُ بِالصُّورَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَسَمُّوْا حَدِيْثَ الْمَطْعُوْنِ بِفِسْقٍ أَوْ فَرْطِ غَفْلَةٍ أَوْ كَثْرَةِ غَلَطٍ مُنْكَرًا. وَ هٰذِهِ اِصْطِلَاحَاتٌ لَا مُشَاحَةَ فِيْهَا.

وَالْمُعَلَّلُ (بِفَتْحِ اللَّامِ) إِسْنَادٌ فِيْهِ عِلَلٌ وَأَسْبَابٌ غَامِضَةٌ خَفِيَّةٌ قَادِحَةٌ فِي الصِّحَّةِ يَتَنَبَّهُ لَهَا الْحُذَّاقُ الْمَهَرَةُ مِنْ أَهْلِ هٰذَا الشَّأْنِ كَإِرْسَالٍ فِي الْمَوْصُوْلِ وَ وَقْفٍ فِي الْمَرْفُوْعِ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ.

وَ قَدْ تَقْصُرُ عِبَارَةُ الْمُعَلِّلِ (بِكَسْرِ اللَّامِ) عَنْ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلٰى دَعْوَاهُ كَالصَّيْرَفِيِّ فِي نَقْدِ الدِّيْنَارِ وَ الدِّرْهَمِ.

وَ إِذَا رَوٰى رَاوٍ حَدِيْثًا وَ رَوٰى رَاوٍ آخَرُ حَدِيْثًا مُوَافِقًا لَهُ يُسَمّٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ مُتَابِعًا (بِصِيْغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ)، وَ هٰذَا مَعْنٰى مَا يَقُوْلُ الْمُحَدِّثُوْنَ: تَابَعَهُ فُلَانٌ وَ كَثِيْرًا مَا يَقُوْلُ الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ، وَ يَقُوْلُوْنَ، وَلَهُ مُتَابِعَاتٌ.

وَالْمُتَابَعَةُ تُوْجِبُ التَّقْوِيَةَ وَالتَّأْيِيْدَ، وَلَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُوْنَ الْمُتَابِعُ مُسَاوِيًا فِي الْمَرْتَبَةِ لِلْأَصْلِ وَ إِنْ كَانَ دُوْنَهُ يَصْلَحُ لِلْمُتَابَعَةِ.

وَ الْمُتَابَعَةُ قَدْ يَكُوْنَ فِيْ نَفْسِ الرَّاوِيْ وَ قَدْ يَكُوْنَ فِيْ شَيْخٍ فَوْقَهُ وَ الْأَوَّلُ أَتَمُّ وَ أَكْمَلُ مِنَ الثَّانِيْ لِأَنَّ الْوَهْنَ

فِیْ أَوَّلِ الْإِسْنَادِ أَكْثَرُ وَ أَغْلَبُ.

وَ الْمُتَابِعُ إِنْ وَافَقَ الْأَصْلَ فِی اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰی يُقَالُ: "مِثْلُهٗ"، وَإِنْ وَافَقَ فِی الْمَعْنٰی دُوْنَ اللَّفْظِ يُقَالُ: "نَحْوُهٗ".

وَيُشْتَرَطُ فِی الْمُتَابَعَةِ أَنْ يَّكُوْنَ الْحَدِيْثَانِ مِنْ صَحَابِیٍّ وَّاحِدٍ، وَ إِنْ كَانَا مِنْ صَحَابِيَّيْنِ يُقَالُ لَهٗ شَاهِدٌ كَمَا يُقَالُ: لَهٗ شَاهِدٌ مِّنْ حَدِيْثِ أَبِیْ هُرَيْرَةَ، وَ يُقَالُ: لَهٗ شَوَاهِدُ، وَ يَشْهَدُ بِهٖ حَدِيْثُ فُلَانٍ.

وَ بَعْضُهُمْ يَخُصُّوْنَ الْمُتَابَعَةَ بِالْمُوَافَقَةِ فِی اللَّفْظِ وَ الشَّاهِدِ فِی الْمَعْنٰی سَوَاءٌ كَانَ مِنْ صَحَابِیٍّ وَّاحِدٍ أَوْ مِنْ صَحَابِيَّيْنِ.

وَ قَدْ يُطْلَقُ الشَّاهِدُ وَ الْمُتَابِعُ بِمَعْنًی وَّاحِدٍ وَ الْأَمْرُ فِیْ ذٰلِكَ بَيِّنٌ.

وَ تَتَبُّعُ طُرُقِ الْحَدِيْثِ وَ أَسَانِيْدِهَا بِقَصْدِ مَعْرِفَةِ الْمُتَابِعِ وَ الشَّاهِدِ يُسَمَّى الْاِعْتِبَارُ.

ترجمہ

تیسری فصل

حدیث کی اقسام میں سے شاذ، منکر اور معلل بھی ہیں، اور شاذ لغت

میں اس شخص کو کہتے ہیں، جو جماعت سے تنہا اور اکیلا رہ جائے، اور اصطلاحِ محدّثینؒ میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں راوی، ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف روایت کرے، پھر اگر اس شاذ کے راوی ثقہ نہ ہوں، تو ایسی حدیث مردود ہوگی، اور اگر اس کے راوی ثقہ ہیں، تو چونکہ یہ حدیث اس روایت کے، جس کو دوسرے ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے، مخالف ہے، اس لئے یہاں ترجیح دینے کا راستہ اختیار کیا جائے گا، چنانچہ جس حدیث کے راوی حفظ و یادداشت اور ضبط میں زیادہ ہوں گے، یا ثقہ راویوں کی تعداد زیادہ ہو، ان کا لحاظ کیا جائے گا، اسی طرح اور دوسری وجوہِ ترجیح کو دیکھا جائے گا، پھر جو حدیث راجح ہوگی، اس کو محفوظ کہا جائے گا، اور جو حدیث مرجوح ہوگی، اس کو شاذ کہا جائے گا۔

منکر وہ حدیث ہے، جس کو ایک ضعیف راوی روایت کرے، لیکن یہ ضعیف راوی جس راوی کی مخالفت کرے، خود اس سے زیادہ ضعیف ہو، اور منکر کے مقابلہ میں معروف ہے، بہر حال! منکر اور معروف میں سے ہر ایک کا راوی ضعیف ہوتا ہے، لیکن ان دونوں میں سے حدیثِ منکر کا راوی دوسرے سے اضعف ہوتا ہے، اور حدیثِ شاذ اور محفوظ میں دونوں راوی قوی ہوتے ہیں، البتہ دونوں میں سے ایک کا راوی دوسرے سے اقویٰ ہوتا ہے، اور حدیثِ شاذ اور منکر دونوں مرجوح ہوتی ہیں، اور حدیثِ محفوظ و معروف دونوں راجح ہوتی ہیں، بعض حضراتِ محدّثینؒ نے شاذ اور منکر کی تعریفوں میں دوسرے راوی کی مخالفت کی قید اور شرط نہیں لگائی، خواہ

وہ راوی قوی ہو، یا ضعیف، بلکہ ان حضرات نے شاذ کی یہ تعریف کی ہے کہ شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں، جس کو ثقہ راوی روایت کرے، اور وہ اس روایت کرنے میں منفرد ہو، اور اس کے لئے کوئی اصل اس کے موافق یا مؤید موجود نہ ہو، اور یہ تعریف ثقہ راوی کی منفرد اور صحیح روایت پر صادق آتی ہے، اور بعض حضراتِ محدّثینؒ نے شاذ کی تعریف میں راوی کے ثقہ ہونے اور مخالفتِ راوی دونوں کا اعتبار نہیں کیا، اور اسی طرح ان حضرات نے منکر کو بھی ماقبل والی صورتِ مذکورہ کے ساتھ خاص نہیں کیا، بلکہ ہر وہ حدیث، جس کو وہ شخص روایت کرے، جس پر فسق یا غفلت کی زیادتی، یا اغلاط کی کثرت کا طعن ہو، اس کو منکر کہتے ہیں، لیکن یہ سب اصطلاحات ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی نزاع درست نہیں ہے۔

حدیثِ معلّل وہ حدیث ہے، جس کی سند میں ایسے پوشیدہ اور مخفی اسباب پائے جائیں، جو حدیث کی صحت میں نقصان دہ ہوں، اور ان پر اس فن کے ماہر علماء ہی خبردار ہو سکتے ہیں، جیسے حدیثِ موصول میں ارسال کا ہونا، یا حدیثِ مرفوع میں وقف کا ہونا، ایسے ہی دیگر اسبابِ خفیہ ہیں۔

اور کبھی حدیث کی سند میں معلِّل کی عبارت اپنے دعوی پر دلیل بیان کرنے سے قاصر ہوتی ہے، جیسے صرّاف یعنی سنار، سونا چاندی کے پرکھنے میں، یعنی کھرے کھوٹے میں تمیز تو کر لیتا ہے، لیکن اس کے کھرے کھوٹے ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتا۔

جب ایک راوی کسی حدیث کو روایت کرے، اور دوسرا راوی ایسی حدیث

روایت کرے، جو پہلی روایت کے موافق ہو، تو اس حدیث کو متابع کہتے ہیں، اور یہی مطلب ہے حضراتِ محدّثینؒ کے اس قول، تابعه فلان کا، کہ یہ حدیث اس دوسری حدیث کے متابع ہے، اور اس کے موافق ہے، اور امام بخاریؒ بھی اپنی صحیح بخاری میں اکثر یہ لفظ لائے ہیں کہ وَ يَقُوْلُوْنَ: وَ لَهٗ مُتَابِعَاتٌ، کہ مشائخ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متابعات ہیں۔

متابعت، تقویت اور تائید کا باعث ہے، اور متابعت میں یہ بات ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث متابع ہے، وہ درجہ میں اصل کے مساوی ہو، اگر درجہ میں وہ کم بھی ہو، تب بھی وہ متابعت کی صلاحیت رکھتی ہے، اور متابعت کبھی تو نفسِ راوی اور ذاتِ راوی میں ہوتی ہے، اور کبھی ایسے شخص میں ہوتی ہے، جو راوی سے اوپر کے درجہ میں ہو، (لیکن پہلی صورت میں متابعت زیادہ کامل ہے دوسری قسم کی متابعت سے)، اس لئے کہ سند کے شروع میں اکثر اور اغلب کمزوری پائی جاتی ہے۔

حدیثِ متابع اگر لفظ اور معنٰی دونوں میں اصل کے موافق ہے، تو اس کے اظہار کے لئے "مثله" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، (یعنی: یہ اس کے مثل ہے)، اور اگر صرف معنٰی میں موافقت ہے، لفظ میں موافقت نہیں، تو اس کے لئے "نحوه" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور متابعت میں دونوں حدیثوں کا ایک ہی صحابی سے مروی ہونا شرط ہے، اور اگر دو صحابیوں سے مروی ہوں، تو اس حدیث کو شاہد کہا جائے گا، جیسے له شاهد من حديث أبي هريرةؓ، یعنی اس حدیث کی شاہد حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے، یا

کہا جاتا ہے: له شواهد، کہ اس کے لئے شواہد ہیں، اور یا کہا جاتا ہے:

ویشهد حدیث فلان، کہ فلاں راوی کی حدیث اس کی شاہد ہے۔

اور بعض مشائخِ حدیث یہ تخصیص کرتے ہیں کہ لفظ میں موافقت کو متابعت کہتے ہیں، اور معنٰی میں موافقت کو شاہد کہتے ہیں، خواہ ایک صحابی سے روایت ہو، یا دو صحابی سے، اور کبھی شاہد اور متابع کا استعمال ایک معنٰی میں ہوتا ہے، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ شاہد بول کر متابع اور متابع بول کر شاہد مراد لیں، اس طرح ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کریں۔

اور متابع اور شاہد معلوم کرنے کے لئے متونِ حدیث اور اسنادِ حدیث کی تلاش و جستجو کرنے کو محدثین ؒ کی اصطلاح میں اعتبار کہتے ہیں۔

خلاصہ و تشریح

اس تیسری فصل میں مصنف ؒ نے دو چیزیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)..... حدیث کی پانچ قسمیں اور ان کے احکام

(۲)..... متابِع، متابَع، متابعت، شاہد، تابع اور اعتبار کسے کہتے ہیں؟

(۱)..... پہلی بات: حدیث کی پانچ قسمیں اور ان کے احکام

(۱)... شاذ، (۲)... محفوظ، (۳)... منکر، (۴)... معروف، (۵)... معلّل،

شاذ کی تعریف

شاذ کے لغوی معنٰی: لغت میں شاذ اس شخص کو کہتے ہیں، جو جماعت سے تنہا اور اکیلا رہ جائے۔

اور حضراتِ محدثینؒ کی اصطلاح میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں، جو ثقہ راوی کی روایت کے خلاف ہو، پھر اس کی دو قسمیں ہیں، یا تو خود راوی غیر ثقہ ہوگا، اور ثقہ راویوں کی مخالفت کرے گا، تو ایسی حدیثِ شاذ مردود ہوگی، اور اگر یہ راوی خود بھی ثقہ ہے، اور ثقہ راویوں کی مخالفت کر رہا ہے، تو اس کی روایت کو شاذ اور ثقات کی روایت کو محفوظ کہیں گے، لیکن چونکہ یہاں ثقہ راوی کی روایت دوسرے ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہوتی ہے، اس لئے ان دونوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے گا، اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں جس حدیث کے راوی حفظ و یادداشت اور ضبط و صیانت میں زیادہ قوی ہوں گے، یا ثقہ راویوں کی تعداد جس میں زیادہ ہوگی، یا دیگر وجوہِ ترجیح، جس میں پائی جائیں گی، تو اس کی حدیث راجح ہوگی، اور اس کو محفوظ کہیں گے، اور جو حدیث مرجوح ہوگی، اس کو شاذ کہیں گے۔

منکر کی تعریف

منکر کے لغوی معنیٰ مکروہ اور ناپسندیدہ کے ہیں، اور اصطلاح میں منکر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو، اور وہ دوسرے ضعیف راوی کی مخالفت کرے، پھر اگر یہ ضعیف راوی اس راوی سے اضعف ہو، جس کی مخالفت کر رہا ہے، تو اس کی روایت کو منکر اور مخالف کی روایت کو معروف کہیں گے۔

(نوٹ): حدیثِ شاذ اور محفوظ دونوں کا راوی قوی ہوتا ہے، اور حدیثِ منکر و معروف میں دونوں راوی ضعیف ہوتے ہیں، ان میں سے حدیثِ معروف و محفوظ راجح ہوتی ہیں، اور حدیثِ شاذ و منکر مرجوح ہوتی ہیں۔

معلّل کی تعریف

معلّل لغت میں ''علت والی چیز'' کو کہتے ہیں، اور اصطلاحِ حدیث میں معلّل وہ حدیث ہے، جس کی سند میں ایسے مخفی اسباب پائے جائیں، جو اس حدیث کی سند میں خلل ڈالیں، جیسے حدیث مرفوع میں وقف، اور حدیث موصول میں ارسال کا پایا جانا وغیرہ، اسبابِ خفیہ کو حضراتِ محدّثین میں سے ماہر اور صاحبِ بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں، ہر عالم نہیں سمجھ سکتا، جیسے سونا اور چاندی کے بارے میں کہ کھرا ہے یا کھوٹا، یہ سُنار ہی بتا سکتا ہے، ہر شخص نہیں بتا سکتا۔

(۲)..... دوسری بات: متابع اور شاہد کی تعریف

(۲)..... متابِع اور متابَع: اگر ایک حدیث کو ایک راوی روایت کرے، اور دوسرا راوی بھی اس کے مطابق روایت کرے، تو دوسرے کو متابِع، اور پہلے کو متابَع کہتے ہیں، اور دوسرے راوی کا پہلے راوی کے مطابق روایت کرنے کو متابعت کہتے ہیں۔

متابعت کے لفظی معنٰی ہیں: ''موافق ہونا'' اصطلاح میں دوسرے راوی کی روایت کا پہلے راوی کی روایت کے موافق ہونا، اسے متابعت کہتے ہیں۔

متابعت کے لئے شرط ہے کہ دونوں روایتیں ایک صحابی سے مروی ہوں۔

فائدہ: متابعت کا فائدہ تقویت پہنچانا ہے۔

متابعت کی دو قسمیں ہیں: (۱)..... متابعتِ کاملہ، (۲)..... متابعتِ ناقصہ

(۱)..... متابعتِ کاملہ یہ ہے کہ دوسرا راوی پہلے راوی کی ذات میں موافق ہو۔

(۲)..... متابعتِ ناقصہ یہ ہے کہ دوسرا راوی پہلے راوی کے اوپر والے درجہ کے راوی میں موافق ہو۔

شاہد

اگر متابِع اور متابَع دونوں حدیثیں دو صحابیوں سے منقول ہوں، تو ایک کو دوسرے کا شاہد کہتے ہیں، پھر متابِع اور متابَع نہیں کہیں گے، بلکہ دوسرا پہلے کا شاہد ہوگا۔

اعتبار

کسی حدیث کے متابع اور شاہد تلاش کرنے کے لئے متونِ حدیث اور طرق واسانید میں تلاش وجستجو کرنے کو اصطلاحِ محدثینؒ میں اعتبار کہتے ہیں۔

کچھ ذیلی باتیں

قولہ: الشاذ ما رواہ الثقۃ.....

(۱) ..... بعض حضرات نے حدیثِ شاذ کی یہ تعریف کی ہے کہ شاذ وہ ہے جسے ایک ثقہ راوی روایت کرے، اور وہ روایت کرنے میں تنہا ہو، اور اس حدیث کے لئے کوئی اصل موجود نہ ہو، جو اس کی موافقت کرے، (یہ تعریف ایک راوی کی روایت پر صادق آتی ہے۔)

اور بعض حضرات نے حدیثِ شاذ کی تعریف میں راوی کے ثقہ ہونے، اور مخالفتِ راوی دونوں کا اعتبار نہیں کیا، صرف اتنا کہا کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو ایک راوی روایت کرے، بعض حضرات نے منکر کی تعریف کے بارے میں ماقبل والی منکر کی تعریف کی بجائے یہ تعریف کی ہے کہ منکر وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی پر غفلت کی زیادتی یا اغلاط کی کثرت کا طعن ہو، اس کو منکر کہتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ یہ سب الگ الگ اصطلاحات ہیں، ان میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

متن

وَ أَصْلُ أَقْسَامِ الْحَدِيْثِ ثَلاَ ثَةٌ، صَحِيْحٌ وَ حَسَنٌ وَ ضَعِيْفٌ، فَالصَّحِيْحُ أَعْلٰى مَرْتَبَةً وَالضَّعِيْفُ أَدْنٰى مَرْتَبَةً وَالْحَسَنُ مُتَوَسِّطٌ، وَ سَائِرُ الْأَقْسَامِ الَّتِىْ ذُكِرَتْ دَاخِلَةٌ فِىْ هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ.

فَالصَّحِيْحُ مَا يَثْبُتُ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ غَيْرِ مُعَلَّلٍ وَ لاَ شَاذٍّ، فَإِنْ كَانَتْ هٰذِهِ الصِّفَاتُ عَلٰى وَجْهِ الْكَمَالِ وَ التَّمَامِ فَهُوَ الصَّحِيْحُ لِذَاتِهٖ.

وَ إِنْ كَانَ فِيْهِ نَوْعُ قُصُوْرٍ وَ وُجِدَ مَا يُجْبَرُ ذٰلِكَ الْقُصُوْرَ مِنْ كَثْرَةِ الطُّرُقِ فَهُوَ الصَّحِيْحُ لِغَيْرِهٖ، وَ إِنْ لَّمْ يُوْجَدْ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ.

وَ مَا فُقِدَ فِيْهِ الشَّرَائِطُ الْمُعْتَبَرَةُ فِى الصَّحِيْحِ كُلًّا أَوْ بَعْضًا فَهُوَ الضَّعِيْفُ، وَالضَّعِيْفُ إِنْ تَعَدَّدَ طُرُقُهٗ وَ انْجَبَرَ ضُعْفُهٗ يُسَمّٰى حَسَنًا لِغَيْرِهٖ.

وَ ظَاهِرُ كَلَامِهِمْ أَنَّهٗ يَجُوْزُ أَنْ تَكُوْنَ جَمِيْعُ الصِّفَاتِ الْمَذْكُوْرَةِ فِى الصَّحِيْحِ نَاقِصًا فِى الْحَسَنِ لٰكِنَّ التَّحْقِيْقَ أَنَّ النُّقْصَانَ الَّذِىْ اُعْتُبِرَ فِى الْحَسَنِ إِنَّمَا هُوَ لِخِفَّةِ الضَّبْطِ، وَ بَاقِى الصِّفَاتِ بِحَالِهَا.

وَ الْعَدَالَةُ مَلَكَةٌ فِي الشَّخْصِ تَحْمِلُهُ عَلَى مُلازَمَةِ التَّقْوٰى وَ الْمُرُوْءَةِ.

وَ التَّقْوٰى اِجْتِنَابُ الْاَعْمَالِ السَّيِّئَةِ مِنَ الشِّرْكِ وَ الْفِسْقِ وَ الْبِدْعَةِ، وَفِي الْاِجْتِنَابِ عَنِ الصَّغِيْرَةِ خِلَافٌ، وَ الْمُخْتَارُ عَدَمُ اِشْتِرَاطِهٖ لِخُرُوْجِهٖ عَنِ الطَّاقَةِ إِلَّا الْإِصْرَارُ عَلَيْهَا لِكَوْنِهٖ كَبِيْرَةً.

وَ الْمُرَادُ بِالْمُرُوْءَةِ التَّنَزُّهُ عَنْ بَعْضِ الْخَسَائِسِ وَ النَّقَائِصِ الَّتِيْ خِلَافُ مُقْتَضَى الْهِمَّةِ وَ الْمُرُوَّةِ مِثْلُ بَعْضِ الْمُبَاحَاتِ الدَّنِيَّةِ كَالْاَكْلِ وَ الشُّرْبِ فِي السُّوْقِ وَ الْبَوْلِ فِي الطَّرِيْقِ، وَ أَمْثَالُ ذٰلِكَ.

وَ يَنْبَغِيْ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ عَدْلَ الرِّوَايَةِ أَعَمُّ مِنْ عَدْلِ الشَّهَادَةِ، فَإِنَّ عَدْلَ الشَّهَادَةِ مَخْصُوْصٌ بِالْحُرِّ ، وَ عَدْلَ الرِّوَايَةِ يَشْمَلُ الْحُرَّ وَ الْعَبْدَ.

وَ الْمُرَادُ بِالضَّبْطِ حِفْظُ الْمَسْمُوْعِ وَ تَثْبِيْتُهٗ مِنَ الْفَوَاتِ وَ الْاِخْتِلَالِ بِحَيْثُ يَتَمَكَّنُ مِنْ اِسْتِحْضَارِهٖ، وَ هُوَ قِسْمَانِ: ضَبْطُ الصَّدْرِ، وَضَبْطُ الْكِتَابِ، فَضَبْطُ الصَّدْرِ بِحِفْظِ الْقَلْبِ وَ وَعْيِهٖ، وَ ضَبْطُ الْكِتَابِ بِصِيَانَتِهٖ عِنْدَهٗ إِلٰى وَقْتِ الْاَدَاءِ.

ترجمہ

چوتھی فصل

حدیث کی اصل میں تین قسمیں ہیں: صحیح، حسن، ضعیف، صحیح کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے، اور ضعیف کا مرتبہ ادنیٰ ہے، اور حدیثِ حسن ان دونوں کے بَین بَین ہے، ان تین اقسام کے علاوہ باقی حدیث کی جتنی بھی قسمیں ہیں، وہ ان تین قسموں سے خارج نہیں، بلکہ وہ ان تین قسموں میں داخل ہوں گی۔

حدیثِ صحیح وہ حدیث ہے، جو ایسے شخص کی نقل سے ثابت ہو، جو عادل ہو، تامّ الضبط ہو، اور وہ حدیث معلّل اور شاذ نہ ہو، پھر اگر یہ صفات علیٰ وجہ الکمال کسی حدیث میں پائی جائیں، تو وہ صحیح لذاتہٖ ہوگی، اور اگر ان صفات میں کسی قسم کی کوئی کمی پائی جائے، لیکن یہ کمی اور کمزوری ایسی ہو کہ اس کی تلافی، کثرتِ طرق سے ہوجائے، تو ایسی حدیث صحیح لغیرہٖ ہے، اور اگر کثرتِ طرق سے اس کمی کی تلافی نہ ہو، تو یہ حدیث حسن لذاتہٖ ہوگی، اور اگر وہ صفات وشرائط، جو حدیثِ صحیح میں معتبر ہیں، وہ سب یا ان میں سے بعض موجود نہ ہوں، تو وہ حدیث ضعیف ہے، اور حدیثِ ضعیف اگر متعدد طریقوں سے منقول ہو، جس سے اس کا ضعف ختم ہوجائے، تو یہ حدیث حسن لغیرہٖ ہے، اور مشائخؒ کے ظاہر وصریح کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام کی تمام صفات، جو حدیثِ

صحیح کی صحت کے لئے ذکر کی جاتی ہیں، وہ حدیثِ حسن میں بھی پائی جائیں، مگر ناقص طور پر، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ حدیثِ حسن میں جس نقصان وکمی کا اعتبار کیا گیا ہے، وہ صرف یہ ہے کہ اس کے ضبط میں خِفَّت، ہلکاپن اور کمزوری ہو، اور باقی صفات، جو صحیح میں ذکر کی گئی ہیں، وہ سب علیٰ حالھا (حدیثِ حسن) میں موجود ہونی چاہئیں۔

(حدیثِ صحیح کی تعریف میں چار قیود ملحوظ ہیں: عدالت، کمالِ ضبط، عدمِ علّت، عدمِ شذوذ، اب مصنفؒ ان کی تشریح وتوضیح فرماتے ہیں)

عدالت:

یہ انسان میں ایک اعلیٰ ملکہ کا نام ہے، جو اس کو تقویٰ، پرہیزگاری اور مروّت پر ابھارے، اور تقویٰ سے مراد برے اعمال جیسے شرک، فسق اور بدعت سے بچنا ہے، اور صغیرہ گناہوں سے بچنے میں اختلاف ہے، مختار قول یہ ہے کہ چونکہ صغیرہ سے بچنا انسان کی طاقت سے باہر ہے، اس سے بچنا شرط نہیں، البتہ صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرے، البتہ چونکہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ گناہ ہے، اس لئے صغیرہ گناہ پر اصرار سے بچنا شرط ہے، تاکہ کبیرہ نہ ہوجائے۔

مروّت:

اس سے مراد ان خرابیوں اور کمزوریوں سے دور رہنا ہے، جو کہ ہمت ومردانگی اور آداب واخلاق اور شرافت کے مقتضیٰ کے خلاف ہیں، جیسے بعض ادنیٰ اور کم درجے کے کام، جیسے بازار میں کھانا پینا، یا راستے میں

پیشاب کرنا وغیرہ۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ روایت کا عادل شہادت کے عادل سے زیادہ عام ہے، اس لئے کہ شہادت کا عادل حریّت اور آزادی کے ساتھ مخصوص ہے، جبکہ روایت کا عادل، حریّت اور غلامیت دونوں کو شامل ہے، اور ضبط سے مراد سنی ہوئی بات کو یاد رکھنا، اور اس کے ضائع ہو جانے، اور اس میں کم اور زیادہ ہو جانے سے محفوظ رکھنا ہے، اس طریقہ پر کہ جب چاہے اس کو ذہن میں مستحضر اور موجود کر سکے۔

اور ضبط کی دو قسمیں ہیں:

(۱)....ضبط الصدر (۲)....ضبط الکتاب

(۱)....ضبط الصدر: یہ ہے کہ دل میں یاد رکھنا، اور دماغ میں محفوظ کر لینا۔

(۲)....ضبط الکتاب: یہ ہے کہ کتاب کو ادا کرنے اور بیان کرنے کے وقت تک اپنے پاس محفوظ رکھنا۔

خلاصہ وتشریح

اس فصل میں مصنفؒ نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)..... حدیث کی تین قسمیں: صحیح، حسن، اور ضعیف

(۲)....حدیث کی چار قسمیں:

صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ۔

(۳)..... ضبط وعدالت کی تشریح

(۱)..... پہلی بات: حدیث کی تین قسمیں

حدیث کی صحیح ہونے یا نہ ہونے کی اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

(۱)..... صحیح، (۲)..... حسن، (۳)..... ضعیف۔

ویسے تو حدیث کی بہت سی تقسیمیں اور قسمیں ہیں، لیکن صحیح ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اصلاً یہ تین ہی قسمیں ہیں۔

دلیلِ حصر

حدیث دو حال سے خالی نہیں، من کل وجہٍ قوی ہوگی، یا نہیں، اگر من کل وجہٍ قوی ہے، تو حدیثِ صحیح، اور اگر من کل وجہٍ قوی نہیں، تو ضعیف ہے، اور اگر من وجہٍ قوی ہے، اور من وجہٍ قوی نہیں ہے، تو یہ حدیثِ حسن ہے۔

ان تین قسموں میں سے اعلیٰ درجہ کی حدیث "حدیثِ صحیح" ہے، اور سب سے کم درجہ کی حدیث "حدیثِ ضعیف" ہے، اور ان دونوں کے درمیانی درجہ کی حدیث "حدیثِ حسن" ہے، اور حدیث کی تمام قسمیں، ان تین قسموں میں سے کسی نہ کسی میں داخل ہیں۔

حدیثِ صحیح کی تعریف

حدیثِ صحیح وہ حدیث ہے، جس کے راوی میں چار صفات پائی جائیں:

(۱)..... عادل ہو، (۲)..... تامّ الضبط ہو، (۳)..... وہ حدیث شاذ نہ ہو، (۴)..... وہ حدیث معلّل نہ ہو۔

اس قسم کی حدیث کو "حدیثِ صحیح" کہتے ہیں، ان میں دو شرطیں (۱،۲) وجودی ہیں،

اور دو شرطیں (۳،۴) عدمی ہیں۔

(۲)..... دوسری بات: حدیث کی چار قسمیں

حدیثِ صحیح کے مذکورہ بالا چار اوصاف کے پائے جانے، یا نہ پائے جانے کے لحاظ سے حدیث کی چار قسمیں ہیں:

(۱)..... صحیح لذاتہٖ

(۲)..... صحیح لغیرہٖ

(۳)..... حسن لذاتہٖ

(۴)..... حسن لغیرہٖ

چنانچہ اگر یہ چاروں اوصاف کسی حدیث میں علی وجه الكمال پائے جائیں، تو اس کو صحیح لذاتہٖ کہتے ہیں، اور اگر علی وجه الكمال نہ پائے جائیں، کچھ کمزوری پائی جائے، لیکن وہ حدیث کثرتِ طرق سے مروی ہو، جس سے یہ کمی دور ہو جائے، اس کو صحیح لغیرہٖ کہتے ہیں۔

اور اگر اس کمی کو دور کرنے والا نہ پایا جائے، تو ایسی حدیث کو حسن لذاتہٖ کہتے ہیں، اور اگر یہ چاروں اوصاف یا بعض اوصاف کسی راوی میں نہ پائے جائیں، تو اس کو حدیثِ ضعیف کہتے ہیں، اور اس کا ضعف کثرتِ طرق سے دور ہو جائے، تو اس حدیث کو حسن لغیرہٖ کہتے ہیں۔

قوله: وظاهر كلامهم أنه يجوز..... الخ

یہاں سے مصنفؒ ایک شبہ کا ازالہ فرما رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ مشائخِ حدیث کے ظاہرِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام اوصاف، جو حدیثِ صحیح کی صحت کے لئے ذکر کیے جاتے ہیں، وہ

سب کے سب ناقص طور پر حدیثِ حسن میں پائے جانے چاہئیں، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے، صحیح اور تحقیقی بات یہ ہے کہ حدیثِ حسن میں صرف ایک وصف کم ہوتا ہے، اور وہ تامّ الضبط ہونا ہے، حدیثِ حسن میں خفة الضبط ہوتا ہے، اور حدیثِ صحیح کی باقی تمام صفات علیٰ حالہٖ موجود ہوتی ہیں۔

(۳)......تیسری بات: ضبط وعدالت کسے کہتے ہیں؟

عادل اس راوی کو کہتے ہیں، جو کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو، جیسے شرک وبدعت اور فسق وغیرہ سے، اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو، یعنی ان کے کرنے کی عادت نہ ہو، اور آداب واخلاق کے خلاف جو گھٹیا باتیں، اور بے ہودہ باتیں ہیں، جن سے تقویٰ متاثر ہوتا ہے، ان سے پرہیز کرتا ہو، جیسے بازار میں کھانا پینا، راستے میں پیشاب کرنا وغیرہ۔

عدلِ روایت اور عدلِ شہادت میں فرق

شیخ نے یہاں ایک بات بیان کی ہے کہ ایک عادل ہوتا ہے روایت میں، اور ایک عادل ہوتا ہے گواہی میں، تو یہاں روایت والے عادل کی تعریف کی ہے، کیونکہ عدلِ روایت اور عدلِ شہادت میں فرق ہے، یعنی شہادت میں عدالت کا مفہوم الگ ہے، اور روایت میں عدالت کا مفہوم الگ ہے، فرق دونوں میں یہ ہے کہ:

(۱)......شہادت کا عادل خاص اور روایت کا عادل عام ہوتا ہے، کیونکہ شہادت کے عادل میں آزاد ہونا شرط ہے، اور روایت کا عادل عام ہے، آزاد ہو، یا غلام۔

(۲)......حدود وقصاص کی شہادت میں عورت اور بچوں کی گواہی معتبر نہیں، اور روایت میں معتبر ہے۔

(۳)..... شہادت میں عدد ضروری ہے، اور روایت میں عدد ضروری نہیں، ایک کی روایت بھی معتبر ہے، تو روایت کا عادل عام ہوا، اور شہادت کا عادل خاص ہوا۔

ضبط کا معنٰی اور اقسام

ضبط کا معنٰی: خوب حفاظت کرنا، اور اچھی طرح یاد رکھنا، پھر ضبط کی دو قسمیں ہیں:

(۱)..... ضبط الصدر: (۲)..... ضبط الکتاب۔

(۱)..... ضبط الصدر: اچھی طرح حدیث کو یاد رکھنا کہ جب چاہے، بلا تکلف حدیث کو بیان کر سکے۔

(۲)..... ضبط الکتاب: حدیث شریف کو اچھی طرح لکھنا، اور جہاں شبہ ہو، وہاں اعراب لگانا، اور دوسروں تک حدیث کو پہنچانے تک اس کتاب کو اچھی طرح محفوظ رکھنا۔

متن

فَصْلٌ: أَمَّا الْعَدَالَةُ فَوُجُوْهُ الطَّعْنِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِهَا خَمْسٌ: اَلْأَوَّلُ بِالْكَذِبِ، وَالثَّانِيْ بِاتِّهَامِهٖ بِالْكَذِبِ، وَ الثَّالِثُ بِالْفِسْقِ، وَ الرَّابِعُ بِالْجَهَالَةِ، وَ الْخَامِسُ بِالْبِدْعَةِ.

وَ الْمُرَادُ بِكَذِبِ الرَّاوِيْ أَنَّهٗ ثَبَتَ كَذِبُهٗ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِمَّا بِإِقْرَارِ الْوَاضِعِ أَوْ بِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْقَرَائِنِ.

وَ حَدِيْثُ الْمَطْعُوْنِ بِالْكَذِبِ يُسَمّٰى مَوْضُوْعًا، وَ مَنْ ثَبَتَ عَنْهُ تَعَمُّدُ الْكَذِبِ فِي الْحَدِيْثِ وَ إِنْ كَانَ وُقُوْعُهٗ

فِي الْعُمرِ مَرَّةً، وَ إِنْ تَابَ مِنْ ذٰلِكَ لَمْ يُقْبَلْ حَدِيْثُهٗ أَبَدًا بِخِلَافِ شَاهِدِ الزُّوْرِ إِذَا تَابَ.

فَالْمُرَادُ بِالْحَدِيْثِ الْمَوْضُوْعِ فِي إِصْطِلَاحِ الْمُحَدِّثِيْنَ هٰذَا لَا، أَنَّهٗ ثَبَتَ كَذِبُهٗ وَ عُلِمَ ذٰلِكَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ بِخُصُوْصِهٖ.

وَ الْمَسْأَلَةُ ظَنِّيَّةٌ وَ الْحُكْمُ بِالْوَضْعِ وَ الْإِفْتِرَاءِ بِحُكْمِ الظَّنِّ الْغَالِبِ، وَ لَيْسَ إِلَى الْقَطْعِ وَ الْيَقِيْنِ بِذٰلِكَ سَبِيْلٌ، فَإِنَّ الْكَذُوْبَ قَدْ يَصْدُقُ.

وَ بِهٰذَا يَنْدَفِعُ مَا قِيْلَ فِيْ مَعْرِفَةِ الْوَضْعِ بِإِقْرَارِ الْوَاضِعِ أَنَّهٗ يَجُوْزُ أَنْ يَّكُوْنَ كَاذِبًا فِيْ هٰذَا الْإِقْرَارِ فَإِنَّهٗ يُعْرَفُ صِدْقُهٗ بِغَالِبِ الظَّنِّ وَ لَوْلَا ذٰلِكَ لَمَا سَاغَ قَتْلُ الْمُقِرِّ بِالْقَتْلِ وَلَا رَجْمُ الْمُعْتَرِفِ بِالزِّنَا، فَافْهَمْ.

وَ أَمَّا اِتِّهَامُ الرَّاوِيْ بِالْكَذِبِ فَبِأَنْ يَّكُوْنَ مَشْهُوْرًا بِالْكَذِبِ وَ مَعْرُوْفًا بِهٖ فِيْ كَلَامِ النَّاسِ وَ لَمْ يَثْبُتْ كَذِبُهٗ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ، وَ فِيْ حُكْمِهٖ رِوَايَةُ مَا يُخَالِفُ قَوَاعِدَ مَعْلُوْمَةً ضَرُوْرِيَّةً فِي الشَّرْعِ، كَذَا قِيْلَ، وَ يُسَمّٰى هٰذَا الْقِسْمُ مَتْرُوْكًا كَمَا يُقَالُ: حَدِيْثُهٗ مَتْرُوْكٌ، وَ فُلَانٌ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ.

وَهٰذَا الرَّجُلُ إِنْ تَابَ وَصَحَّتْ تَوْبَتُهٗ وَظَهَرَتْ أَمَارَاتُ

الصِّدْقِ مِنْهُ جَازَ سِمَاعُ الْحَدِيْثِ مِنْهُ.

وَ الَّذِیْ يَقَعُ مِنْهُ الْكَذِبُ أَحْيَانًا نَادِرًا فِیْ كَلَامِهٖ غَيْرَ الْحَدِيْثِ النَّبَوِیِّ فَذٰلِكَ غَيْرُ مُؤَثِّرٍ فِیْ تَسْمِيَةِ حَدِيْثِهٖ بِالْمَوْضُوْعِ أَوِ الْمَتْرُوْكِ وَ إِنْ كَانَتْ مَعْصِيَةً.

وَ أَمَّا الْفِسْقُ فَالْمُرَادُ بِهٖ الْفِسْقُ فِی الْعَمَلِ دُوْنَ الْاِعْتِقَادِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ دَاخِلٌ فِی الْبِدْعَةِ، وَ أَكْثَرُ مَا يُسْتَعْمَلُ الْبِدْعَةُ فِی الْاِعْتِقَادِ، وَ الْكَذِبُ وَ إِنْ كَانَ دَاخِلاً فِی الْفِسْقِ لٰكِنَّهُمْ عَدُّوْهُ أَصْلاً عَلٰی حِدَةٍ لِكَوْنِ الطَّعْنِ بِهٖ أَشَدَّ وَ أَغْلَظَ.

وَأَمَّا جَهَالَةُ الرَّاوِیْ فَإِنَّهُ أَيْضًا سَبَبٌ لِلطَّعْنِ فِی الْحَدِيْثِ، لِأَنَّهُ لَمَّا لَمْ يُعْرَفْ اِسْمُهُ وَ ذَاتُهُ لَمْ يُعْرَفْ حَالُهُ وَأَنَّهُ ثِقَةٌ أَوْ غَيْرُ ثِقَةٍ، كَمَا يَقُوْلُ: حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ وَ أَخْبَرَنِیْ شَيْخٌ، وَ يُسَمّٰی هٰذَا مُبْهَمًا.

وَحَدِيْثُ الْمُبْهَمِ غَيْرُ مَقْبُوْلٍ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ صَحَابِيًّا لِأَنَّهُمْ عُدُوْلٌ، وَ إِنْ جَاءَ الْمُبْهَمُ بِلَفْظِ التَّعْدِيْلِ كَمَا يَقُوْلُ: أَخْبَرَنِیْ عَدْلٌ أَوْ حَدَّثَنِیْ ثِقَةٌ فَفِيْهِ اِخْتِلَافٌ، وَ الْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا يُقْبَلُ لِأَنَّهُ يَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ عَدْلاً فِیْ اِعْتِقَادِهٖ لَا فِیْ نَفْسِ الْأَمْرِ، وَإِنْ قَالَ ذٰلِكَ إِمَامٌ حَاذِقٌ قُبِلَ.

وَأَمَّا الْبِدْعَةُ فَالْمُرَادُ بِهِ اِعْتِقَادُ أَمْرٍ مُحْدَثٍ عَلٰى خِلَافِ مَا عُرِفَ فِي الدِّيْنِ وَ مَا جَاءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ أَصْحَابِهِ بِنَوْعِ شُبْهَةٍ وَ تَأْوِيْلٍ لَا بِطَرِيْقِ جُحُوْدٍ وَ إِنْكَارٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ كُفْرٌ.

وَ حَدِيْثُ الْمُبْتَدِعِ مَرْدُوْدٌ عِنْدَ الْجَمْهُوْرِ، وَ عِنْدَ الْبَعْضِ إِنْ كَانَ مُتَّصِفًا بِصِدْقِ اللَّهْجَةِ وَصِيَانَةِ اللِّسَانِ قُبِلَ، وَ قَالَ بَعْضُهُمْ: إِنْ كَانَ مُنْكِرًا لِأَمْرٍ مُتَوَاتِرٍ فِي الشَّرْعِ وَ قَدْ عُلِمَ بِالضَّرُوْرَةِ كَوْنُهُ مِنَ الدِّيْنِ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ، وَ إِنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ يُقْبَلُ، وَ إِنْ كَفَّرَهُ الْمُخَالِفُوْنَ مَعَ وُجُوْدِ ضَبْطٍ وَّوَرَعٍ وَ تَقْوٰى وَ اِحْتِيَاطٍ وَ صِيَانَةٍ، وَ الْمُخْتَارُ أَنَّهُ إِنْ كَانَ دَاعِيًا إِلٰى بِدْعَتِهِ، مُرَوِّجًا لَهُ رُدَّ، وَ إِنْ لَّمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ قُبِلَ، إِلَّا أَنْ يَرْوِيَ شَيْئًا يُقَوِّيْ بِهِ بِدْعَتَهُ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ قَطْعًا.

وَبِالْجُمْلَةِ الْأَئِمَّةُ مُخْتَلِفُوْنَ فِيْ أَخْذِ الْحَدِيْثِ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ وَ الْأَهْوَاءِ وَ أَرْبَابِ الْمَذَاهِبِ الزَّائِغَةِ.

وَ قَالَ صَاحِبُ جَامِعِ الْأُصُوْلِ: أَخَذَ جَمَاعَةٌ مِّنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ مِنْ فِرْقَةِ الْخَوَارِجِ وَ الْمُنْتَسِبِيْنَ إِلَى الْقَدْرِ وَ التَّشَيُّعِ وَ الرَّفْضِ وَ سَائِرِ أَصْحَابِ الْبِدَعِ وَ الْأَهْوَاءِ، وَ قَدْ اِحْتَاطَ جَمَاعَةٌ آخَرُوْنَ وَتَوَرَّعُوْا مِنْ أَخْذِ حَدِيْثِ

مِنْ هٰذِهِ الْفِرَقِ، وَ لِكُلٍّ مِنْهُمْ نِيَّاتٌ، اِنْتَهٰى.

وَ لَا شَكَّ أَنَّ أَخْذَ الْحَدِيْثِ مِنْ هٰذِهِ الْفِرَقِ يَكُوْنُ بَعْدَ التَّحَرِّيْ وَ الْاِسْتِصْوَابِ، وَ مَعَ ذٰلِكَ، الْاِحْتِيَاطُ فِيْ عَدَمِ الْأَخْذِ، لِأَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْفِرَقِ كَانُوْا يَضَعُوْنَ الْأَحَادِيْثَ لِتَرْوِيْجِ مَذَاهِبِهِمْ، وَ كَانُوْا يُقِرُّوْنَ بِهٖ بَعْدَ التَّوْبَةِ وَ الرُّجُوْعِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ

پانچویں فصل

وہ اسباب اور وجوہات جو روایت کے عادل ہونے میں طعن وجرح پیدا کرتے ہیں، وہ پانچ ہیں:

(۱)......جھوٹ بولنا، (۲)......جھوٹ کے ساتھ متہم ہونا،

(۳)......فسق، یعنی عملی نافرمانی کرنا، (۴)......جہالتِ راوی،

(۵)......بدعت، یعنی دین میں اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ لینا۔

کذبِ راوی سے مراد یہ ہے کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا کذب ثابت ہو چکا ہو، جس کا ثبوت یا تو خود واضع کے اقرار سے ثابت ہو، یا اس کے علاوہ دیگر قرائن اور دلائل ہوں، جن سے معلوم ہو کہ راوی نے جھوٹ بولا ہے، اور اس شخص کی حدیث کو، جس پر کذب کا طعن لگایا گیا ہو، موضوع کہا جائے گا، اور جس شخص سے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

میں قصداً وعمداً جھوٹ ثابت ہو جائے، اگرچہ وہ جھوٹ پوری زندگی میں ایک ہی مرتبہ صادر ہوا ہو، اور اس نے توبہ بھی کرلی ہو، تب بھی اس کی حدیث کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی، برخلاف جھوٹی گواہی دینے والے کے، کہ اگر اس نے توبہ کرلی، تو اس کی گواہی مقبول ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ حضراتِ محدثینؒ کے یہاں حدیثِ موضوع سے ایسی حدیث مراد ہوتی ہے، اور یہ مراد نہیں ہے کہ راوی کا کذب ثابت ہو، اور یہ کذب خاص طور پر اس حدیث کے اندر ہی معلوم ہوا ہو، کیونکہ راوی کے کذب کا معاملہ ظنی اور تخمینی ہے، اور حدیث کے وضع وافتراء کا حکم غالب گمان کے اعتبار سے ہے، اس لئے اس مسئلہ میں قطعی یقین حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، کیونکہ کبھی کبھی جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے۔

اور اس تفصیل کی بناء پر وہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے، جو واضع کے اقرار کی وجہ سے حدیثِ موضوع میں پیدا ہوا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اس اقرار میں جھوٹا ہو، کیونکہ اس کا صدق تو ظنِ غالب کے اعتبار سے ثابت اور معلوم ہوا، اور غالب گمان یہ ہے کہ واضع نے حدیث کے وضع کرنے کا جو اقرار کیا ہے، اس میں وہ سچا ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ مانا جائے، تو پھر قتل کے اقرار کرنے والے کو، قتل کرنے کے بدلہ میں قتل کرنے، اور زنا کا اعتراف کرنے والے کو اس کی سزا میں رجم کرنے کی کوئی گنجائش نہ ہوتی، (اس مسئلہ کو خوب سمجھ لو)۔

راوی کے کذب کے ساتھ متّہم ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی جھوٹ

بولنے کے ساتھ مشہور ہو، اور لوگوں کے یہاں بھی وہ جھوٹ بولنے کے ساتھ معروف ہو، اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا کذب ثابت نہ ہو، اور مُتّہم بالکذب راوی کے حکم میں وہ حدیث بھی ہے، جو شریعت میں بدیہی طور پر معلومہ قواعد اور اصولِ دین کے مخالف ہو، مشائخِ حدیث نے ایسا ہی کہا ہے۔

حدیث کی اس قسم کا نام متروک ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے: حدیثه متروک، و فلان متروک الحدیث، اور اگر یہ شخص توبہ کرلے، اور اس کی توبہ صحیح بھی ہو جائے، اور صدق کی علامات بھی ظاہر ہونے لگیں، تو اس سے حدیث سننا جائز ہو جائے گا، اور جس شخص سے جھوٹ کبھی کبھی شاذ و نادر صادر ہو، اور کذب اس کے کلام میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بہت کم ہو، تو یہ امر اس کی حدیث کے موضوع یا متروک ہونے میں مؤثر نہیں ہوگا، اگرچہ کذب ہر حالت میں گناہ ہے۔

اور بہر حال! فسق سے مراد فسقِ عملی ہے، فسقِ اعتقادی مراد نہیں ہے، اس لئے کہ فسق اعتقادی بدعت میں شمار کیا جاتا ہے، اور اکثر حضرات کے یہاں بدعت کا اطلاق اعتقادی امور پر ہوتا ہے، اور کذب اگرچہ فسق میں داخل ہے، لیکن حضراتِ محدثینؒ نے اس کو علیحدہ طور پر اصلاً اور مستقلاً ذکر کیا ہے، کیونکہ کذب کے ساتھ متصف ہو کر مطعون ہونا نہایت شدید عیب ہے۔

اور بہر حال! راوی کا مجہول ہونا، یہ بھی حدیث کے بیان کرنے میں مطعون

ہونے کا ایک سبب ہے، کیونکہ جب تک راوی کا نام اور اس کی ذات کے بارے میں علم نہ ہو، اس کی حالت معلوم نہیں ہوسکتی کہ وہ راوی ثقہ ہے، یا غیر ثقہ ہے، جیسے کہ کہا جائے: حدثني رجل أو أخبرني شيخ، ایسی حدیث کو مبہم کہا جاتا ہے، اور حدیث مبہم مقبول نہیں ہوتی، ہاں! اگر اس کا راوی صحابی ہو، تو قبول ہوگی، کیونکہ یہ اصول ہے کہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں، اور اگر کسی غیر صحابی نے الفاظِ تعدیل کے ساتھ حدیثِ مبہم کو بیان کیا، اور یوں کہا: اخبرني عدل أو حدثني ثقة، تو اس میں اختلاف ہے، اور اصح قول یہی ہے کہ قبول نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مروی عنہ اس راوی کے اعتقاد میں عادل ہو، اور حقیقت میں ایسا نہ ہو، ہاں! اگر کوئی ماہرِ حدیث اور امامِ فن ایسا کہے، تو حدیثِ مبہم مقبول ہوگی۔

اور بہر حال! بدعت، اس سے مراد ایسے امرِ جدید کو پیدا کرنا ہے، جو سراسر دین کے خلاف ہو، اور یہ اختلاف شبہ یا تاویل کے طور پر ہو، جحود وانکار کے طور پر نہ ہو، اس لئے کہ امرِ دینی کی مخالفت بطریقِ جحود وانکار، یہ کفر ہے، اور مبتدع کی حدیث جمہورِ محدثینؒ کے یہاں مردود ہے، اور بعض حضرات کے ہاں بدعتی شخص زبان کی سچائی اور سلامتی کے ساتھ متصف ہو، تو اس کی حدیث قبول کی جائے گی، اور بعض حضراتِ محدثینؒ نے کہا کہ اگر بدعتی امرِ متواترِ شرعی کا منکر ہے، حالانکہ اس امر کا ضروریاتِ دین میں سے ہونا معلوم ومعروف ہے، تو اس کی حدیث مردود ہوگی، اور اگر ان

صفات کے ساتھ متصف نہیں ہے، تو قبول کرلی جائے گی، اگرچہ مخالفین
اس کی تکفیر کریں، لیکن اس کے ساتھ ضبط وحفاظت، ورع وتقوی، خشیت
اوراحتیاط وصیانت بھی ہونی چاہیئے، اور مختار قول یہ ہے کہ اگر وہ بدعتی اپنی
بدعت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہو، اور اس کا مروّج ومبلغ ہو، تو اس کی
حدیث ردّ کی جائے گی، اور اگر ایسا نہیں، تو اس کی حدیث قبول کرلی جائے
گی، البتہ اگر وہ ایسی حدیث روایت کرے، جس سے اس کی بدعت
کو تقویت پہنچتی ہو، تو وہ قطعی طور پر ردّ کی جائے گی۔
کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حضراتِ محدّثینؒ کے مبتدعین، اہلِ ہوا اور گمراہ
مذہب کے لوگوں سے حدیث لینے میں مختلف مسالک ہیں، صاحبِ جامع
الاصول نے کہا: مشائخ حدیث میں سے ایک جماعت نے خوارج، اہلِ
تشیع، روافض، اور قدریوں سے حدیث کولیا ہے، اور ایک دوسری جماعت
نے ان سے حدیث لینے میں احتیاط کی ہے، اور حدیث کے لینے میں ان
فرقوں سے پرہیز کیا ہے، اور ان دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک
جماعت نیک نیتی پر مبنی ہے۔
حضرت شیخ عبدالحق محدّثِ دہلویؒ نے فرمایا کہ ان فرقوں سے حدیث کا اخذ
کرنا تحری اور استصواب کے بعد درست ہے، اور باوجود اس کے، نہ لینے
میں احتیاط ہے، کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ یہ لوگ اپنے مذاہب کی ترویج
کے لئے احادیث کو گھڑتے تھے، اور بناتے تھے، اور پھر اس امر کا بعد میں
توبہ اور رجوع کرنے کے بعد وہ اقرار بھی کرلیا کرتے تھے۔ (واللہ اعلم)

خلاصہ وتشریح

اس فصل میں، اور اس کے بعد والی فصل میں مصنفؒ نے دس اسبابِ طعن بیان فرمائے ہیں، پانچ اس فصل میں، اور پانچ آنے والی فصل میں، ان میں سے پانچ کا تعلق عدالتِ راوی سے ہے، اور پانچ اسباب کا تعلق ضبطِ راوی سے ہے۔

عدالتِ راوی کا مطلب اور اس کے پانچ طعن

عدالتِ راوی کا مطلب یہ ہے کہ یہ پانچ اسباب ایسے ہیں، جن سے راوی کی عدالت متاثر ہوتی ہے، اور پانچ کا تعلق ضبطِ راوی سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جن سے ضبطِ راوی متاثر ہوتا ہے، وہ پانچ اسباب جن کا تعلق راوی کی عدالت سے ہے، وہ یہ ہیں:

(۱)...کذب، (۲)...تہمتِ کذب،

(۳)...فسق، (۴)...جہالتِ راوی،

(۵)...بدعت۔

طعن کے لغوی معنٰی: نیزہ مارنا اور عیب لگانا، اصطلاح میں: طعن اس بات کو کہتے ہیں، جس سے راوی پر عیب لگے۔

عدالتِ راوی کا پہلا طعن...کذب

کذب کے لغوی معنٰی ہیں: جھوٹ بولنا، اصطلاح میں کذب کہتے ہیں کہ راوی اپنی کوئی بات لے کر یا کسی دوسرے کی کوئی بات لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردے، اور کہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسے کذبِ راوی کہتے ہیں۔

راوی کا کذب یا تو اقرار سے معلوم ہوتا ہے، یا قرائن سے معلوم ہوتا ہے، اور جس راوی

پر کذب کی تہمت ہو، اس کی روایت کو موضوع کہتے ہیں، موضوع یعنی گھڑی ہوئی چیز، اور جس راوی کے بارے میں ایک مرتبہ معلوم ہو جائے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کی ہے، چاہے زندگی میں ایک مرتبہ اس نے ایسا کیا، اور پھر اگرچہ توبہ کر لی ہو، تو کبھی بھی اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی، بخلاف جھوٹے گواہ کے، جو شہادت میں ہو، اگر وہ توبہ کر لے، تو آئندہ اس کی گواہی قبول ہوگی۔

قولہ: لا أنه كذبه وعلم ذلك..... والمسئلة ظنية.

اس عبارت میں مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ کذبِ حدیث میں راوی کے جھوٹ بولنے کا یقین قطعی طور پر ثابت ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ ظنِ غالب ہونا کافی ہے۔

عدالتِ راوی کا دوسرا طعن.... تہمتِ کذب

''تہمتِ کذب'' کے لفظی معنٰی ہیں: جھوٹ کا الزام، مطلب یہ ہے کہ اگرچہ راوی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جھوٹ بولنا ثابت نہیں ہے، لیکن دیگر قرائن سے جھوٹ بولنے کا گمان ہوتا ہے، مثلاً لوگوں میں وہ جھوٹی باتیں کرنے میں مشہور و معروف ہو، یا ایسی حدیث نقل کرتا ہو کہ شریعت میں جو اصول وقواعد ضروری اور بدیہی ہیں، ان کے خلاف ہو، اس کو تہمتِ کذب کہتے ہیں، اور ایسے راوی کی روایت کو متروک کہتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا: حديثه متروک، یا فلان متروک الحديث، وغیرہ۔

عدالتِ راوی کا تیسرا طعن... فسق

فسق کے لفظی معنٰی ہیں: بددینی اور عملاً نافرمانی کرنا، اور اصطلاحِ حدیث میں اس کا یہ مطلب ہے کہ راوی گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو، یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو، جیسے شراب پینا، سود کھانا،

جوا کھیلنا، جھوٹ بولنا وغیرہ، ایسے راوی کی روایت کو منکر کہتے ہیں۔

فسق کی دو قسمیں ہیں: (۱)..... فسقِ عملی، (۲)..... فسقِ اعتقادی۔

(۱)..... فسقِ عملی: جیسے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرنا، یا صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا وغیرہ۔

(۲)..... فسقِ اعتقادی: کہتے ہیں بدعت کو، یعنی قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین کے عقائد سے ہٹ کو کوئی عقیدہ رکھنا، جیسے خوارج، روافض وغیرہ کے عقائد ہیں، یہ فسقِ اعتقادی ہے، اور یہاں فسق سے، فسقِ عملی مراد ہے، فسقِ اعتقادی مراد نہیں ہے، کیونکہ اس کا بیان نمبر (۵) میں آرہا ہے۔

اشکال

مذکورہ اسبابِ طعن میں جو پہلا طعن یعنی کذب، بیان کیا گیا ہے، وہ فسق میں داخل ہے، پھر اس کو الگ کیوں بیان کیا گیا ہے؟

جواب

کذب ایسا طعن ہے، جو نہایت شدید اور سخت ہے، اس لئے اس کو الگ بیان کیا ہے۔

عدالتِ راوی کا چوتھا طعن ... جہالتِ راوی

اس کے معنٰی ہیں: راوی کا مجہول ہونا، اور مطلب اس کا یہ ہے کہ راوی کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ راوی کون ہے؟ اس کا نام، ذات اور شخصیت کیا ہے؟ کچھ معلوم نہیں، اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ ثقہ ہے، یا غیر ثقہ ہے؟ اور قابلِ اعتماد ہے یا نہیں؟ جیسے استاذ شاگرد سے کہے: حدثنی رجل، یا کہے: أخبرنی شیخ، ایسے راوی کی روایت کو مبہم کہتے ہیں، حدیثِ مبہم غیر مقبول ہوتی ہے، اور قابلِ استدلال بھی نہیں ہوتی۔

عدالتِ راوی کا پانچواں طعن... بدعت

بدعت کے لفظی معنیٰ نئی چیز کے ہیں، اصطلاح میں اس بدعت سے فسقِ اعتقادی مراد ہے، یعنی ایسا عقیدہ رکھنا، جو قرآن وحدیث، صحابہؓ وتابعینؒ سے منقول نہ ہو، جیسے باطل فرقوں خوارج، روافض، جبریہ، قدریہ وغیرہ کے عقائد۔

ایسے راوی کی روایت قبول ہوگی یا نہیں؟ اس میں بڑا اختلاف ہے، لیکن راجح قول یہ ہے کہ اگر وہ بدعتی ایسا راوی ہے، جو اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہو، اور بدعت کی نمائش کرتا ہو، تو اس کی روایت مردود ہوگی، اور اگر وہ بدعت کی طرف داعی نہیں ہے، اور نہ اپنی بدعت کی اشاعت کرتا ہے، اور نہ اس روایت سے اپنی بدعت کو تقویت پہنچاتا ہے، اور نہ تائید میں پیش کرتا ہے، تو پھر اس کی روایت قبول ہوگی۔

متن

فَصلٌ: أَمَّا وُجُوهُ الطَّعنِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالضَّبطِ فَهِيَ أَيْضًا خَمْسَةٌ:

أَحَدُهَا: فَرْطُ الْغفْلَةِ، وَ ثَانِيهَا: كَثْرَةُ الْغَلَطِ، وَ ثَالِثُهَا: مُخَالَفَةُ الثِّقَاتِ، وَ رَابِعُهَا: اَلْوَهْمُ، وَ خَامِسُهَا: سُوْءُ الْحِفْظِ.

أَمَّا فَرْطُ الْغفْلَةِ وَكَثْرَةُ الْغَلَطِ فَمُتَقَارِبَانِ، فَالْغفْلَةُ فِي السَّمَاعِ وَ تَحَمُّلِ الْحَدِيْثِ وَ الْغَلَطُ فِي الْإِسْمَاعِ وَ الْأَدَاءِ.

وَ مُخَالَفَةُ الثِّقَاتِ فِى الْإِسْنَادِ وَ الْمَتْنِ يَكُوْنُ عَلٰى أَنْحَاءٍ مُّتَعَدِّدَةٍ تَكُوْنُ مُوْجِبَةً لِلشُّذُوْذِ، وَ جَعَلَهُ مِنْ وُجُوْهِ الطَّعْنِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالضَّبْطِ مِنْ جِهَةِ أَنَّ الْبَاعِثَ عَلٰى مُخَالَفَةِ الثِّقَاتِ إِنَّمَا هُوَ عَدَمُ الضَّبْطِ وَ الْحِفْظِ وَ عَدَمُ الصِّيَانَةِ عَنِ التَّغَيُّرِ وَ التَّبْدِيْلِ.

وَ الطَّعْنُ مِنْ جِهَةِ الْوَهْمِ وَالنِّسْيَانِ الَّذَيْنِ أَخْطَأَ بِهِمَا وَ رَوٰى عَلٰى سَبِيْلِ التَّوَهُّمِ إِنْ حَصَلَ الْاِطِّلَاعُ عَلٰى ذٰلِكَ بِقَرَائِنَ دَالَّةٍ عَلٰى وُجُوهِ عِلَلٍ وَ أَسْبَابٍ قَادِحَةٍ كَانَ الْحَدِيْثُ مُعَلَّلاً، وَ هٰذَا أَغْمَضُ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَ أَدَقُّهَا، وَلَا يَقُوْمُ بِهٖ إِلَّا مَنْ رُزِقَ فَهْمًا وَحِفْظًا وَاسِعًا وَ مَعْرِفَةً تَامَّةً بِمَرَاتِبِ الرُّوَاةِ وَ أَحْوَالِ الْأَسَانِيْدِ وَ الْمُتُوْنِ كَالْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنْ أَرْبَابِ هٰذَا الْفَنِّ إِلٰى أَنْ اِنْتَهٰى إِلَى الدَّارَ قُطْنِيِّ وَ يُقَالُ: لم يَأْتِ بَعْدَهٗ مِثْلُهٗ فِى هٰذَا الْأَمْرِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

وَ أَمَّا سُوْءُ الْحِفْظِ فَقَالُوْا: إِنَّ الْمُرَادَ بِهٖ أَنْ لَّا يَكُوْنَ إِصَابَتُهٗ أَغْلَبَ عَلٰى خَطَئِهٖ، وَ حِفْظُهٗ وَ إِتْقَانُهٗ أَكْثَرُ مِنْ سَهْوِهٖ وَ نِسْيَانِهٖ، يَعْنِىْ: إِنْ كَانَ خَطَأُهٗ وَ نِسْيَانُهٗ أَغْلَبَ أَوْ مُسَاوِيًا لِصَوَابِهٖ وَ إِتْقَانِهٖ كَانَ دَاخِلاً فِىْ سُوْءِ الْحِفْظِ، فَالْمُعْتَمَدُ عَلَيْهِ صَوَابُهٗ وَ إِتْقَانُهٗ وَ كَثْرَتُهُمَا.

وَ سُوْءُ الْحِفْظِ إِنْ كَانَ لَازِمَ حَالِهِ فِيْ جَمِيْعِ الْأَوْقَاتِ وَ مُدَّةِ عُمْرِهٖ لَا يُعْتَبَرُ بِحَدِيْثِهٖ.

وَ عِنْدَ بَعْضِ الْمُحَدِّثِيْنَ هٰذَا أَيْضًا دَاخِلٌ فِي الشَّاذِّ، وَإِنْ طَرَأَ سُوْءُ الْحِفْظِ لِعَارِضٍ مِثْلَ اِخْتِلَالٍ فِي الْحَافِظَةِ بِسَبَبِ كِبَرِ سِنِّهٖ أَوْ ذِهَابِ بَصَرِهٖ أَوْ فَوَاتِ كُتُبِهٖ فَهٰذَا يُسَمّٰى مُخْتَلِطًا، فَمَا رُوِيَ قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ وَ الْاِخْتِلَالِ مُتَمَيِّزاً عَمَّا رَوَاهُ بَعْدَ هٰذِهِ الْحَالِ قُبِلَ، وَ إِنْ لَّمْ يَتَمَيَّزْ تُوُقِّفَ، وَ إِنِ اشْتَبَهَ فَكَذٰلِكَ، وَ إِنْ وُجِدَ لِهٰذَا الْقِسْمِ مُتَابِعَاتٌ وَ شَوَاهِدُ تَرَقّٰى مِنْ مَرْتَبَةِ الرَّدِّ إِلَى الْقُبُوْلِ وَ الرُّجْحَانِ، وَ هٰذَا حُكْمُ أَحَادِيْثِ الْمَسْتُوْرِ وَ الْمُدَلِّسِ وَ الْمُرْسَلِ.

ترجمہ

چھٹی فصل

بہر حال وہ وجوہِ طعن، جن کا تعلق ضبط کے ساتھ ہے، وہ بھی پانچ قسم پر ہیں، (۱)..... ایک فرطِ غفلت، (۲)..... دوسرا کثرتِ غلط، (۳)..... مخالفتِ ثقات، (۴)..... چوتھا وہم، (۵)..... اور پانچواں سوءِ حفظ ہے۔

فرطِ غفلت اور کثرتِ غلط دونوں قریب قریب ہم معنیٰ ہیں، اس لئے کہ غفلت، حدیث کے سننے اور اس کے حاصل کرنے میں ہوتی ہے، اور غلط

حدیث کے سنانے اور اداء کرنے میں ہوتی ہے، انجام دونوں کا ایک ہی ہے، مخالفتِ ثقات اسناد یا متن میں متعدد طریقوں پر ہوتی ہے، جو کہ حدیث میں شذوذ کا موجب ہوتی ہے، اور مخالفتِ ثقات کو ضبط کے اسبابِ طعن میں اس لئے شمار کیا گیا ہے کہ مخالفتِ ثقات کا باعث ضبط و حفظ کا نہ ہونا، اور تغیر و تبدل سے محفوظ نہ ہونا ہوتا ہے۔

اور وہ طعن و جرح، جو وہم اور نسیان کے لحاظ سے ہوتا ہے کہ جن کے سبب راوی غلطی کر گزرتا ہے، تو اگر اس وہم و نسیان پر ایسے قرائن کے ذریعہ اطلاع ہو جائے، جو حدیث کے علل و اسباب کے ان طریقوں پر دلالت کرتے ہیں، جو حدیث کے لئے نقصان دہ ہیں، تو وہ حدیث معلل ہوگی، اور یہ اسباب اور علل جو حدیث کی صحت میں قادح ہیں، ان کو معلوم کرنا بہت باریک اور گہرا علم ہے، اور عللِ حدیث پر وہ شخص ہی مطلع ہو سکتا ہے، جس کی فہم اور یادداشت وسیع ہو، اور ناقلینِ حدیث کے مراتب و مدارج اور حدیث کی اسناد اور متون کے حالات کی کامل پہچان رکھتا ہو، جیسے اس فن کے قدماء مشائخ، جن کا سلسلہ دارِ قطنیؒ المتوفی ۳۸۵ھ تک منتہی ہو چکا ہے، اور یہ وہ بزرگ ہیں، جن کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ ان کے بعد عللِ حدیث کے علم میں ان کا کوئی نظیر پیدا نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

اور سوءِ حفظ، یعنی حافظہ کی خرابی، تو اس کے بارے میں مشائخِ حدیث نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کی درستگی، اس کی غلطی پر غالب نہ ہو، اور اس کی یادداشت اور مہارت اس کی غلطیوں سے زیادہ نہ ہو، مطلب یہ

ہے کہ اگر راوی کی خطا اور اس کی غلط فہمی، اس کی درستگی اور پختگی کے برابر ہو، یا اس سے زیادہ ہو، تو سوءِ حفظ میں داخل ہوگی، اور اگر غلطی یا بھول کم ہے، اور درستگی و پختگی زیادہ ہے، تو یہ صورت سوءِ حفظ میں داخل نہیں ہوگی، اور اگر سوءِ حفظ راوی کی پوری زندگی کے اوقات میں لازم ہوگئی، تو اس کی حدیث کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور بعض حضراتِ محدثین کے یہاں یہ بھی شاذ کی اقسام میں داخل ہے، اور اگر سوءِ حفظ کسی عارضہ کی وجہ سے لاحق ہو، مثلاً بڑھاپے کی وجہ سے قوتِ حافظہ میں کمی آجائے، یا بینائی کے جانے کی وجہ سے، یا حدیث کی کتابوں کے ضائع ہوجانے کی وجہ سے، تو پھر جب ایسا راوی حدیث کو روایت کرے، تو ایسی حدیث کو مختلط کہتے ہیں، اور جو روایت راوی نے اس ذہنی گڑبڑ ہونے سے پہلے کی ہے، اور وہ اختلاط کے بعد کی روایتوں سے ممتاز ہوسکتی ہے، تو وہ قبول کی جائے گی، اور اگر ممتاز نہیں ہوسکتی، تو اس میں توقف کیا جائے گا، اور اگر اس روایت میں شبہ رہے کہ یہ حالتِ اختلاط سے قبل کی ہے، یا بعد کی، تو اس میں بھی توقف ہوگا، اور اگر اس قسم کی حدیث کے لئے متابعات وشواہد موجود ہوں، تو یہ حدیث ردّ کے مرتبہ سے نکل کر قبولیت کے درجہ میں آجائے گی، اور راجح ہوجائے گی، اور یہی حکم مستور الحال، مدلّس اور مرسل راویوں کی روایات کا ہے۔

خلاصہ وتشریح

ضبطِ راوی کے پانچ طعن

اس فصل میں مصنفؒ وہ اسبابِ طعن بیان فرمارہے ہیں، جن کا تعلق ضبطِ راوی سے ہے، یعنی وہ اسبابِ طعن جن سے ضبطِ راوی متاثر ہوتا ہے، اوروہ پانچ ہیں:

(۱)..... فرطِ غفلت، (۲)..... کثرتِ غلط،

(۳)..... مخالفتِ ثقات، (۴)..... وہم،

(۵)..... سوءِ حفظ۔

(۱)..... ضبطِ راوی کا پہلا طعن ..... فرطِ غفلت

غفلت زیادہ ہونا، یا بہت زیادہ غفلت ہونا، اس سے مراد یہ ہے کہ راوی حدیث کے سننے اور حاصل کرنے میں غفلت کرے۔

(۲)..... ضبطِ راوی کا دوسرا طعن ..... کثرتِ غلط

اس کے معنٰی ہیں: غلطیوں کا زیادہ ہونا، مراد یہ ہے کہ راوی حدیث سنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں غلطی کرے۔

یہ دونوں طعن قریب قریب ہیں، وجہ یہ ہے کہ جو حدیث سننے اور حاصل کرنے میں غفلت کرے گا، تو ظاہری بات ہے، وہ دوسروں تک پہنچانے میں بھی غلطی کرے گا۔

(۳)..... ضبطِ راوی کا تیسرا طعن ..... مخالفتِ ثقات

یعنی ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف نقل کرنا، مطلب اس کا یہ ہے کہ متن وسند کی حفاظت

کرنے والے راوی کی روایت کے خلاف روایت کرنا۔

(۴)..... ضبطِ راوی کا چوتھا طعن.....وہم

اس کے معنٰی ہیں: بہت زیادہ بھول ہونا، مراد یہ ہے کہ راوی بھول کر حدیث کے متن اور حدیث میں کمی وبیشی کردے، اور یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ سلم کی طرف نسبت کردے، ایسے راوی کی روایت کو معلّل کہتے ہیں، اور یہ قابلِ قبول نہیں ہے۔

(۵)..... ضبطِ راوی کا پانچواں طعن... سوءِ حفظ

اس کے معنٰی ہیں: حافظہ خراب ہونا، مراد یہ ہے کہ راوی کا حافظہ خراب ہوجائے، جس کی وجہ سے اس کی غلط بیانی، اس کے صحیح بیان کرنے کے برابر، یا اس سے زیادہ ہوجائے، پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱)..... سوءِ حفظ لازم، (۲)..... سوءِ حفظ طاری

(۱)..... سوءِ حفظ لازم

یہ ہے کہ راوی کا حافظہ شروع سے خراب ہو، اور ساری عمر خراب رہے، اس کی روایت معتبر نہیں ہے۔

(۲)..... سوءِ حفظ طاری

راوی کا حافظہ شروع میں ٹھیک تھا، بعد میں خراب ہوگیا، جیسے بڑھاپے کی وجہ سے، یا بینائی چلے جانے کی وجہ سے، اس کی حدیث قبول کرنے میں تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر اس کی حدیث کے بارے میں یہ فیصلہ ہوسکے کہ یہ اس کے حافظہ کے خراب ہونے سے پہلے کی ہے، تو اس

کو قبول کرلیا جائے گا، اور اگر یہ حدیث حافظہ خراب ہونے کے بعد کی ہے، یا پتہ نہ چلے کہ یہ حدیث راوی کا حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی ہے، یا بعد کی ہے، تو ایسی حدیث میں توقف ہوگا، ایسے راوی کی حدیث کو مختلط اور راوی کو مختلِط کہتے ہیں۔

اور اگر اس قسم کی حدیث کے لئے شواہد اور متابعات موجود ہوں، تو یہ حدیث غیر مقبولیت کے درجے سے نکل کر قبولیت کے درجہ میں آجائے گی، اور اس کو ترجیح دی جائے گی، یہی حکم مستور الحال شخص اور مدلِّس اور مرسل راویوں کی روایات کا ہے۔

قوله: و هذا أغمض علوم الحديث...

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ حدیثِ معلَّل میں علل و اسباب ہر شخص نہیں پہچان سکتا کہ اس حدیث میں کیا علّت ہے؟ یہ تو ماہر اور قوی حافظہ والے شخص کا کام ہے، جیسے متقدمین حضرات تھے، اور ان کی انتہاء امام دارِ قطنی رحمۃ اللہ علیہ پر ہوگئی، کیونکہ علّت وہی شخص پہچان سکتا ہے، جو راوی کے درجات اور حالات و واقعات اور اسانید کے حالات کو جاننے والا ہو، چنانچہ امام دارِ قطنیؒ جیسے شخص کی پیدائش کے بعد ان جیسا کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔

متن

فَصْلٌ: اَلْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ إِنْ كَانَ رَاوِيْهِ وَاحِدًا يُسَمّٰى غَرِيْبًا وَ إِنْ كَانَ اثْنَيْنِ يُسَمّٰى عَزِيْزًا، وَ إِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ يُسَمّٰى مَشْهُوْرًا وَ مُسْتَفِيْضًا.

وَ إِنْ بَلَغَتْ رُوَاتُهُ فِي الْكَثْرَةِ إِلٰى أَنْ يَسْتَحِيْلَ فِي الْعَادَةِ تَوَاطُؤُهُمْ عَلَى الْكَذِبِ يُسَمّٰى مُتَوَاتِرًا.

وَ يُسَمَّى الْغَرِيْبُ فَرْدًا أَيْضًا، وَ الْمُرَادُ بِكَوْنِ رَاوِيْهِ وَاحِدًا كَوْنُهُ كَذٰلِكَ، وَ لَوْ فِيْ مَوْضِعٍ وَّاحِدٍ مِنَ الْإِسْنَادِ لٰكِنَّهُ يُسَمّٰى فَرْدًا نِسْبِيًّا، وَ إِنْ كَانَ فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ مِنْهُ يُسَمّٰى فَرْدًا مُطْلَقًا.

وَالْمُرَادُ بِكَوْنِ الرَّاوِيْ اِثْنَيْنِ أَنْ يَكُوْنَا فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ كَذٰلِكَ، فَإِنْ كَانَ فِيْ وَاحِدٍ مَثَلًا لَمْ يَكُنِ الْحَدِيْثُ عَزِيْزًا، بَلْ غَرِيْبًا.

وَ عَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ مَعْنٰى اِعْتِبَارِ الْكَثْرَةِ فِي الْمَشْهُوْرِ أَنْ يَكُوْنَ فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ أَكْثَرَ مِنْ اِثْنَيْنِ، وَ هٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهِمْ: أَنَّ الْأَقَلَّ حَاكِمٌ عَلَى الْأَكْثَرِ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ، فَافْهَمْ.

وَ عُلِمَ مِمَّا ذُكِرَ أَنَّ الْغَرَابَةَ لَا تُنَافِي الصِّحَّةَ، وَ يَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ الْحَدِيْثُ صَحِيْحًا غَرِيْبًا بِأَنْ يَّكُوْنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ رِجَالِهِ ثِقَةً.

وَ الْغَرِيْبُ قَدْ يَقَعُ بِمَعْنَى الشَّاذِّ، أَيْ: شُذُوْذًا، هُوَ مِنْ أَقْسَامِ الطَّعْنِ فِي الْحَدِيْثِ.

وَ هٰذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِ صَاحِبِ الْمَصَابِيْحِ مِنْ قَوْلِهٖ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لِمَا قَالَ بِطَرِيْقِ الطَّعْنِ.

وَ بَعْضُ النَّاسِ يُفَسِّرُوْنَ الشَّاذَّ بِمُفْرَدِ الرَّاوِيْ مِنْ غَيْرِ

اِعْتِبَارِ مُخَالَفَتِهٖ لِلثِّقَاتِ كَمَا سَبَقَ، وَ يَقُوْلُوْنَ: صَحِيْحٌ شَاذٌّ، وَصَحِيْحٌ غَيْرُ شَاذٍّ.

فَالشُّذُوْذُ بِهٰذَا الْمَعْنٰى أَيْضًا لَا يُنَافِي الصِّحَّةَ كَالْغَرَابَةِ وَ الَّذِيْ يُذْكَرُ فِيْ مَقَامِ الطَّعْنِ هُوَ مُخَالِفٌ لِلثِّقَاتِ.

ترجمہ

ساتویں فصل

حدیثِ صحیح کا راوی اگر ایک ہو، تو اسے غریب کہتے ہیں، اور اگر دو ہوں، تو اس کو عزیز کہتے ہیں، اور اگر راوی دو سے بھی زیادہ ہوں، تو اس کو حدیث مشہور و مستفیض کہتے ہیں، اور اگر حدیث صحیح کے راوی کثرتِ تعداد میں اس حد تک پہنچ جائیں کہ عرف و عادت ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کو محال سمجھے، تو اس کو حدیثِ متواتر کہتے ہیں، اور حدیثِ غریب کو اصطلاحِ محدثین میں فرد بھی کہتے ہیں، اور حدیثِ غریب و فرد میں راوی کے واحد ہونے کا مطلب راوی کا ایک ہونا ہے، اگر چہ پوری سند میں کسی ایک جگہ ہو، لیکن اس کو فردِ نسبی کہیں گے، اور اگر پوری سند میں ہر جگہ ایک ہی راوی ہو، تو اس کو فردِ مطلق کہتے ہیں۔

اور حدیثِ عزیز میں راوی کے دو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پوری سند میں ہر جگہ دو راوی ہوں، لہٰذا اگر سند میں کسی جگہ ایک راوی ہو، تو وہ حدیث عزیز نہیں کہلائے گی، بلکہ غریب ہو جائے گی، اسی قیاس کے لحاظ سے حدیث

مشہور میں کثرت کے معنٰی ہیں کہ سند میں ہر جگہ پر دو سے زیادہ راوی ہوں، اور یہی مراد ہے مشائخِ حدیث کے اس اصطلاحی کلام کی کہ اس فنِ حدیث میں اقل حاکم ہوا کرتا ہے اکثر پر، یعنی اقل کو اکثر پر ترجیح ہوتی ہے (خوب سمجھ لو۔)، کیونکہ یہ مشہور قاعدے "وللأكثر حكم الكل" کے خلاف ہے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ حدیثِ صحیح کے لئے غرابت منافی نہیں ہے، لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث صحیح بھی ہو، اور غریب بھی ہو، بایں طور کہ اس کے راویوں میں سے ہر ایک راوی ثقہ ہو، اور غریب کبھی شاذ کے معنٰی میں بھی آتا ہے، یعنی اس شذوذ کے معنٰی میں جو حدیث میں طعن کی اقسام میں سے ہے، اور صاحبِ مصابیح کے قول: هذا حديث غريب کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس میں کچھ طعن ہے، اور بعض حضراتِ محدثینؒ شاذ کی تعبیر یوں کرتے ہیں کہ شاذ وہ ہے، جو مفرد اور تنہا ہو، اس میں وہ مخالفتِ ثقات کی شرط نہیں لگاتے، جیسے ماقبل میں شاذ کی تعریف میں گزر چکا ہے، اسی تعبیر کی بناء پر یہ حضرات کہتے ہیں کہ شاذ کی دو قسمیں ہیں: (۱)..... صحیح شاذ، (۲)..... صحیح غیر شاذ، لہٰذا شذوذ اس معنٰی میں بھی حدیثِ صحیح کے منافی نہیں ہے، جیسے منافیِ صحت نہیں، اور وہ شذوذ، جو مقامِ طعن میں ذکر کیا جاتا ہے، وہ مخالفتِ ثقات کے معنٰی میں ہے، جو حدیث کی صحت میں اثر انداز ہوتا ہے۔

خلاصہ وتشریح

حدیثِ صحیح کی چار قسمیں

فصل:۔ اس فصل میں مصنفؒ حدیثِ صحیح کی چار قسمیں بیان فرما رہے ہیں:

(۱)..... غریب، (۲)..... عزیز، (۳)..... مشہور و مستفیض، (۴)..... متواتر۔

(۱)..... غریب

وہ حدیثِ صحیح ہے، جس کی سند میں کسی جگہ ایک راوی روایت کرنے والا ہو۔

(۲)..... عزیز

وہ حدیثِ صحیح ہے، جس کی سند میں ہر جگہ دو راوی روایت کرنے والے ہوں۔

(۳)..... مشہور و مستفیض

وہ حدیثِ صحیح ہے، جس کی سند میں ہر جگہ دو سے زیادہ راوی روایت کرنے والے ہوں، لیکن تواتر کی حد سے کم کم۔

(۴)..... متواتر

وہ حدیثِ صحیح ہے، جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اتنے ہوں کہ عقل ان کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کو محال سمجھے۔

حدیثِ غریب کو فرد بھی کہتے ہیں، (فرد کے معنٰی ایک ہونا،) فرد کی دو قسمیں ہیں:

(۱)..... فردِ نسبی، (۲)..... فردِ مطلق۔

(۱)......فردِ نسبی

فردِ نسبی اُسے کہتے ہیں، جس کی سند میں کسی ایک جگہ روایت کرنے والا راوی ایک ہو، باقی جگہ بے شک زیادہ ہوں۔

(۲)......فردِ مطلق

وہ حدیث ہے، جس کی سند میں ہر جگہ روایت کرنے والا راوی ایک ہو۔

اس پوری تفصیل سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ حدیثِ صحیح اور حدیثِ غریب دونوں جمع ہوسکتی ہیں، یعنی حدیث، صحیح بھی ہو، اور غریب بھی ہو، دونوں ہوسکتی ہیں، جب ان کا مقسم صحیح ہے، تو مقسم، قسم کے اندر پایا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حدیث کے غریب وعزیز ہونے میں عدد کے کم ہونے کا اعتبار ہے، ایک راوی ہے، تو غریب، دو ہیں، تو عزیز۔

شیخ فرماتے ہیں: یہ علمِ اصولِ حدیث کی خصوصیت ہے کہ اس میں اکثر کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ اقل کا اعتبار ہوتا ہے، جبکہ عام علوم میں اکثر کا اعتبار ہوتا ہے، چنانچہ مشہور قاعدہ ہے: للأکثر حکم الکل، مگر یہاں للأکثر حکم الأقل کا اعتبار ہے۔

قوله: و الغريب قد يقع...الخ

غریب کبھی شاذ کے معنٰی میں بھی ہوتا ہے، اور شذوذ، یہ حدیث کے اقسامِ طعن میں سے ایک طعن ہے، یہی مقصود ہوتا ہے صاحبِ مصابیح کے اس قول کا کہ جب وہ (هذا حديث غريب) کہتے ہیں، اور اس کو بطورِ طعن کے ذکر کریں، تو غریب اس وقت شاذ کے معنٰی میں ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات محدثینؒ کے یہاں شاذ کا مطلب ہوتا ہے: مفرد راوی، یعنی جس کا راوی تنہا ہو، اس میں ثقات کی مخالفت ضروری نہیں، جیسے گزر چکا ہے، اسی لئے اس صورت میں شاذ صحیح بھی ہو سکتا ہے، اور غیر صحیح بھی، چنانچہ اگر ایک راوی ہو، اور وہ ثقہ ہو، تو حدیث شاذ صحیح کہلائے گی، اور اگر راوی غیر ثقہ ہو، تو وہ حدیث شاذ غیر صحیح کہلائے گی۔

متن

فَصْلٌ: اَلْحَدِيْثُ الضَّعِيْفُ هُوَ الَّذِىْ فُقِدَ فِيْهِ الشَّرَائِطُ الْمُعْتَبَرَةُ فِى الصِّحَّةِ وَ الْحَسَنِ كُلاًّ أَوْ بَعْضًا وَ يُذَمُّ رَاوِيْهِ بِشُذُوْذٍ أَوْ نَكَارَةٍ أَوْ عِلَّةٍ، وَبِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ يَتَعَدَّدُ أَقْسَامُ الضَّعِيْفِ وَ يَكْثُرُ إِفْرَادًا وَ تَرْكِيْبًا.

وَ مَرَاتِبُ الصَّحِيْحِ وَ الْحَسَنِ لِذَاتِهِمَا وَلِغَيْرِهِمَا أَيْضًا تَتَعَدَّدُ بِتَفَاوُتِ الْمَرَاتِبِ وَ الدَّرَجَاتِ فِىْ كَمَالِ الصِّفَاتِ الْمُعْتَبَرَةِ الْمَأْخُوْذَةِ فِىْ مَفْهُوْمَيْهِمَا مَعَ وُجُوْدِ الْاِشْتِرَاكِ فِىْ أَصْلِ الصِّحَّةِ وَ الْحَسَنِ.

وَ الْقَوْمُ ضَبَطُوْا مَرَاتِبَ الصِّحَّةِ وَ عَيَّنُوْهَا وَ ذَكَرُوْا أَمْثِلَتَهَا مِنَ الْأَسَانِيْدِ وَقَالُوْا: إِسْمُ الْعَدَالَةِ وَ الضَّبْطِ يَشْمَلُ رِجَالَهَا كُلَّهَا، وَلٰكِنَّ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ.

وَ أَمَّا إِطْلَاقُ أَصَحِّ الْأَسَانِيْدِ عَلٰى سَنَدٍ مَّخْصُوْصٍ عَلَى الْإِطْلَاقِ فَفِيْهِ اِخْتِلَافٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَصَحُّ الْأَسَانِيْدِ

زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ عَنْ أَبِيْهِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ جَدِّهٖ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

وَ قِيْلَ: مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

وَ قِيْلَ: اَلزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

وَالْحَقُّ أَنَّ الْحُكْمَ عَلٰى إِسْنَادٍ مَخْصُوْصٍ بِالْأَصَحِّيَّةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ غَيْرُ جَائِزٍ إِلَّا أَنَّ فِي الصِّحَّةِ مَرَاتِبَ عُلْيَا وَعِدَّةٌ مِنَ الْأَسَانِيْدِ يَدْخُلُ فِيْهَا، وَ لَوْ قُيِّدَ بِقَيْدٍ بِأَنْ يُقَالَ: أَصَحُّ أَسَانِيْدِ الْبَلَدِ الْفُلَانِيِّ أَوْ فِي الْبَابِ الْفُلَانِيِّ أَوْ فِي الْمَسْأَلَةِ الْفُلَانِيَّةِ يَصِحُّ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ

آٹھویں فصل

حدیث ضعیف وہ ہے، جس میں وہ شرائط، جو حدیث کے صحیح اور حسن ہونے میں معتبر ہیں، سب کی سب یا بعض نہ پائی جائیں، اور اس کے راوی کی شذوذ یا نکارت، یا کسی اور علت کی وجہ سے مذمت کی گئی ہو، اس تعریف کی بناء پر حدیث ضعیف کی متعدد اقسام ہیں، اور شرائط کے مفرد یا مرکب ہونے کے اعتبار سے بھی ضعیف کی بہت اقسام ہو جائیں گی۔

اور صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ، نیز صحیح لغیرہ اور حسن لغیرہ کے مراتب و مدارج بھی کثیر ہیں، کیونکہ ان کے مراتب و درجات

میں تفاوت پایا جاتا ہے، ان صفات کے کمال کی وجہ سے ہے، جو ان کی تعریف میں ملحوظ ہیں، اس کے باوجود صحیح لذاتہٖ اور لغیرہٖ اصل صحت میں، اور حسن لذاتہٖ اور حسن لغیرہٖ اصل حسن میں شریک ہیں، اور مشائخِ حدیث نے صحت کے مراتب کو منضبط کیا ہے، اور ان کی تعیین بھی کی ہے، اور اسی وجہ سے ان کی مثالیں رجالِ سند میں ذکر کی ہیں، اور کہا ہے کہ عدالت اور ضبط کا نام اور وصف اسانید کے تمام رجال کو شامل ہے، لیکن بعض رجالِ سند عدالت وضبط میں بعض پر فوقیت رکھتے ہیں۔

اور کسی خاص سند پر علی الاطلاق أصح الأسانید کا اطلاق کرنا، اور یہ کہہ دینا کہ یہ سند تمام اسانید میں سب سے زیادہ صحیح ہے، اس بارے میں مشائخِ حدیث میں اختلاف ہے، بعض مشائخِ حدیث نے فرمایا کہ "زَيْنُ الْعَابِدِيْنِ عَنْ أَبِيْهِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ جَدِّهٖ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ" یہ أصح الأسانید ہے، اور بعض مشائخ نے کہا کہ "مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ" یہ أصح الأسانید ہے، اور بعض محدثینؒ نے کہا ہے کہ "زُهْرِيٌّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ" یہ أصح الأسانید ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کسی خاص سند پر اصح ہونے کا علی الاطلاق حکم لگانا، اور یہ کہنا کہ یہ سند أصح الأسانید ہے، درست نہیں، ہاں! البتہ کسی خاص نسبت، یا خاص امر کو ملحوظ رکھ کر، یا کسی قید، یا شرط کے ساتھ مقید ومشروط

کر کے "أصح الأسانيد" کہنا درست ہے، مثلاً کہا جائے: فلاں شہر، فلاں باب، یا فلاں مسئلہ کی وجہ سے أصح الأسانيد ہے، تو یہ درست ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ وتشریح

آٹھویں فصل: اس فصل میں مصنفؒ نے دو باتیں بیان کی ہیں:

(۱)..... حدیثِ ضعیف کی تعریف اور اس کی قسمیں۔

(۲)..... حدیث کی کسی سند کو أصح الأسانيد کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

پہلی بات:..... حدیثِ ضعیف کی تعریف اور اس کی قسمیں

ضعیف، وہ حدیث ہے، جس میں حدیث کے صحیح ہونے اور حدیث کے حسن ہونے میں جو شرائط معتبر ہیں، وہ سب کی سب یا بعض شرائط نہ پائی جائیں، (ان کی تفصیل صحیح اور حسن کی اقسام کی تعریف میں گزر چکی ہے)، ان شرائط کے کل یا بعض کے نہ پائے جانے کے اعتبار سے حدیثِ ضعیف کی متعدد قسمیں ہو جائیں گی، اور حدیثِ صحیح لذاتہٖ، صحیح لغیرہٖ، حسن لذاتہٖ، اور حسن لغیرہٖ میں جو اوصاف معتبر ہیں، ان کے بھی چونکہ درجات ہیں، اعلیٰ، ادنیٰ، اوسط، اس لئے ان کے مراتب بھی بہت ہیں، جن کو حضراتِ محدثینؒ نے بیان فرمایا ہے، اور سندوں میں ان کی مثالیں بیان فرمائی ہیں، اختصار کی وجہ سے یہاں بیان نہیں کی ہیں، شرحِ نخبة الفكر میں إن شاء اللہ تعالیٰ آئیں گی۔

دوسری بات:..... کسی سند کو أصح الأسانيد کہہ سکتے ہیں، یا نہیں؟

کسی سند کو علی الاطلاق أصح الأسانيد کہہ سکتے ہیں، یا نہیں؟، اس بارے میں

مشائخِ حدیث میں اختلاف ہے، بعض حضراتِ محدثینؒ نے تین سندوں کو أصح الأسانید کہا ہے:

(۱)..... "زين العابدين عن أبيه عن جده".

(۲)..... "مالک عن نافع عن ابن عمر".

(۳)..... "زهرى عن سالم عن ابن عمر".

ان تینوں کو بعض نے أصح الأسانید کہا ہے، اور اس کو "سلسلة الذهب" (سونے کی زنجیر) کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کے راوی آفتاب وماہتاب ہیں، اور ان میں راویوں کے تمام اوصاف بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں، لیکن مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ علی الاطلاق کسی سند کو أصح الأسانید نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ اس کا دارومدار تمام سندوں کی چھان پھٹک اور تفتیش وتحقیق پر ہے، جو نہایت مشکل کام ہے، ہاں! کسی قید کے ساتھ سند کو مقید کر کے أصح الأسانید کہیں، تو کہہ سکتے ہیں، جیسے یہ سند فلاں شہر کی اسانید میں سے اصح ہے، زين العابدين عن أبيه عن جده اہل بیت میں سے أصح الأسانید ہے، زهرى عن سالم عن ابن عمر مدینہ کے فقہاء ومحدثین میں أصح الأسانید ہے، مالک عن نافع عن ابن عمر مکہ مکرمہ کے فقہاء ومحدثینؒ میں أصح الأسانید ہے۔

متن

فَصْلٌ: مِنْ عَادَةِ التِّرْمِذِيِّ أَنْ يَقُوْلَ فِيْ جَامِعِهِ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ، حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ، وَلاَ شُبْهَةَ فِيْ جَوَازِ اِجْتِمَاعِ الْحَسَنِ

وَ الصِّحَّةِ بِأَنْ يَكُوْنَ حَسَنًا لِذَاتِهٖ وَ صَحِيْحًا لِغَيْرِهٖ وَ كَذٰلِكَ فِيْ اِجْتِمَاعِ الْغَرَابَةِ وَ الصِّحَّةِ كَمَا أَسْلَفْنَا.

وَ أَمَّا اِجْتِمَاعُ الْغَرَابَةِ وَ الْحَسَنِ فَيَسْتَشْكِلُوْنَهٗ بِأَنَّ التِّرْمِذِيَّ اِعْتَبَرَ فِي الْحَسَنِ تَعَدُّدَ الطُّرُقِ فَكَيْفَ يَكُوْنُ غَرِيْبًا، وَ يُجِيْبُوْنَ بِأَنَّ اِعْتِبَارَ تَعَدُّدِ الطُّرُقِ فِي الْحَسَنِ لَيْسَ عَلَى الْإِطْلَاقِ بَلْ فِيْ قِسْمٍ مِّنْهُ، وَ حَيْثُ حَكَمَ بِاِجْتِمَاعِ الْحَسَنِ وَ الْغَرَابَةِ فَالْمُرَادُ بِهٖ قِسْمٌ اٰخَرُ.

وَ قَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهٗ أَشَارَ بِذٰلِكَ إِلٰى اِخْتِلَافِ الطُّرُقِ بِأَنْ جَاءَ فِيْ بَعْضِ الطُّرُقِ غَرِيْبًا وَ فِيْ بَعْضِهَا حَسَنًا.

وَ قِيْلَ: اَلْوَاوُ بِمَعْنٰى أَوْ، بِأَنَّهٗ يَشُكُّ وَ يَتَرَدَّدُ فِيْ أَنَّهٗ غَرِيْبٌ أَوْ حَسَنٌ لِعَدَمِ مَعْرِفَتِهٖ جَزْمًا.

وَ قِيْلَ: اَلْمُرَادُ بِالْحَسَنِ هٰهُنَا لَيْسَ مَعْنَاهُ الْإِصْطِلَاحِيُّ بَلِ اللُّغَوِيُّ بِمَعْنٰى مَا يَمِيْلُ إِلَيْهِ الطَّبْعُ، وَ هٰذَا الْقَوْلُ بَعِيْدٌ جِدًّا.

ترجمہ

نویں فصل

امام ترمذیؒ کی عادت ہے کہ وہ اپنی کتاب ''جامع ترمذی'' میں ایک حدیث ذکر کر کے اس کے بارے میں مختلف الفاظ ذکر فرماتے ہیں، مثلاً حدیث

حسن صحیح، یاحدیث غریب حسن، یاحدیث حسن غریب صحیح، اور ظاہر بات ہے کہ حسن اور صحت کے جمع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حدیث حسن لذاتہٖ ہو، اور صحیح لغیرہٖ بھی ہو، اوراس طرح غرابت اور صحت کے جمع ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں، جیسا کہ ہم ماقبل میں ذکر کر چکے ہیں، اور بہرحال! غریب کے حسن کے ساتھ جمع ہونے میں یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے حدیثِ حسن کی تعریف میں تعددِ طرق کو معتبر مانا ہے، اور غریب میں ضروری ہے کہ سند میں ایک راوی ہو، تو بیک وقت حدیث حسن اور غریب کیسے ہوگی؟ بعض مشائخِ حدیثؒ نے اس شبہ کا جواب یہ دیا ہے کہ تعددِ طرق، جو حدیثِ حسن کی تعریف میں معتبر ہے، وہ علی الاطلاق مراد نہیں، بلکہ تعددِ طرق کا اعتبار صرف حدیثِ حسن کی ایک قسم میں ہے، اس لئے جب حدیث میں حسن وغرابت کے اجتماع کا حکم لگایا جائے گا، اور یہ کہا جائے گا کہ ھذا حدیث حسن غریب، تو اس حسن سے مراد، حسن کی وہ قسم ہے، جس میں تعددِ طرق کا اعتبار نہیں، اور بعض مشائخ حدیثؒ نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ امام ترمذیؒ اس سے حدیث کی روایت کے طریقوں کی اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہیں، بایں طور کہ یہ حدیث بعض اسناد کے اعتبار سے غریب، اور بعض کے اعتبار سے حسن ہے، اور بعض مشائخ حدیثؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں ''واؤ'' ہر صورت میں ''اَوْ'' کے معنیٰ میں ہے، جس میں جمع مراد نہیں، بلکہ تردید مراد

ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، یا حسن ہے، کیونکہ یقینی طور پر علم نہیں
ہے، تو دونوں کو ذکر کردیا، اور بعض حضرات محدثینؒ نے کہا کہ یہاں امامِ
ترمذیؒ کے نزدیک حسن کے اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں ہیں، بلکہ حسن کے لغوی
معنیٰ مراد ہیں، اور وہ یہ ہیں: ''ما يميل إليه الطبع'' یعنی حدیثِ حسن
وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو، لیکن شیخ محدثِ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ
یہ قول فنِ حدیث کے اعتبار سے بہت بعید ہے۔

خلاصہ وتشریح

امام ترمذیؒ کے دستور پر اعتراض اور اسکے چار جوابات

نویں فصل: اس فصل میں مصنفؒ، امام ترمذیؒ کا ایک دستور اور عادت بیان فرمارہے ہیں، اور اس پر ایک اعتراض اور اس کے چار جواب نقل فرمائیں گے، امامِ ترمذیؒ کی عادت یہ ہے کہ ترمذی شریف میں کبھی کسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''هذا حديث حسن صحيح''، اور کبھی ''هذا حديث غريب حسن'' اور کبھی کسی کے بارے میں ''هذا حديث حسن غريب صحيح''، یہ امام ترمذیؒ کی عادت ہے، شیخؒ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ کسی حدیث کو صحیح اور حسن کہنے میں تو کوئی اشکال نہیں ہے، اس لئے کہ حسن سے حسن لذاتہ، اور صحیح سے صحیح لغیرہٖ مراد ہے، اور یہ دونوں جمع ہوسکتے ہیں، اور کسی حدیث بارے میں غریب صحیح کہنا بھی درست ہے، یہ دونوں بھی جمع ہوسکتے ہیں، کیونکہ ایک راوی ثقہ ہو، تو وہ غریب بھی، اور صحیح بھی ہوسکتا ہے، لیکن جب غریب اور حسن کہتے ہیں، تو اشکال ہوتا ہے کہ یہ کیسے جمع ہوسکتے ہیں؟ کیونکہ امامِ ترمذیؒ کے نزدیک حدیثِ حسن کی تعریف یہ ہے کہ جس کے روایت

کرنے والے کم از کم دو راوی ہوں، اس طرح انہوں نے اس میں تعددِ طرق کو معتبر مانا ہے، اور حدیثِ غریب میں راوی کا ایک ہونا ضروری ہے، تو ایک ہی وقت میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ روایت غریب بھی ہو، اور حسن بھی ہو، شیخؒ نے اس کے چار جواب ذکر فرمائے ہیں:

جواب (۱)

امام ترمذیؒ نے حسن حدیث کی دو تعریفیں کی ہیں: ایک تعریف وہ ہے، جس میں کم از کم دو راوی ہوں، یا زیادہ ہوں، اور ایک تعریف وہ ہے، جس میں تعددِ طرق ضروری نہیں، جب امامِ ترمذیؒ کسی حدیث کے بارے میں "غریب حسن" کہیں، تو مراد وہ حسن ہے، جس کے روایت کرنے والے دو نہ ہوں، یعنی اس وقت حسن کی دوسری تعریف مراد ہوگی، اور جب تنہا "حدیث حسن" کہیں، تو حسن سے وہ حسن مراد ہے، جو دو یا دو سے زیادہ راویوں سے مروی ہو، یعنی اس وقت پہلی تعریف مراد ہوگی۔

جواب (۲)

امام ترمذیؒ جب دونوں کو ذکر فرماتے ہیں، تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث ایک سند سے غریب، اور ایک سند سے حسن ہے۔

جواب (۳)

امامِ ترمذیؒ جب کسی حدیث کے بارے حدیث غریب حسن کہتے ہیں، تو اس میں "واؤ" محذوف اور منوی ہوتا ہے، اور وہ واؤ "اَوْ" کے معنیٰ میں ہوتا ہے، تو اس صورت میں اصل عبارت یوں ہوگی: غریب أو حسن، اور مطلب یہ ہوگا کہ امامِ ترمذیؒ کو شک ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، یا حسن ہے، یہ دو جمع نہیں ہے، بلکہ امامِ ترمذیؒ شک اور تردد کا اظہار کر رہے ہیں۔

جواب (۴)

جہاں کہیں امام ترمذیؒ کسی حدیث کے بارے میں حسن وغریب فرماتے ہیں، تو حسن سے لغوی معنٰی مراد ہوتا ہے، اصطلاحی معنٰی نہیں، تو غریب اصطلاحی معنٰی میں ہے، اور حسن لغوی معنٰی میں ہوگا، اس طرح ان میں فرق واضح ہوگیا، لیکن ان جوابوں میں پہلا جواب راجح ہے، اور چوتھا جواب ضعیف ہے۔

متن

فَصْلٌ: اَلْاِحْتِجَاجُ فِی الْأَحْکَامِ بِالْخَبَرِ الصَّحِیْحِ مُجْمَعٌ عَلَیْہِ، وَکَذٰلِکَ بِالْحَسَنِ لِذَاتِہٖ عِنْدَ عَامَّۃِ الْعُلَمَاءِ، وَ ھُوَ مُلْحَقٌ بِالصَّحِیْحِ فِیْ بَابِ الْاِحْتِجَاجِ وَ إِنْ کَانَ دُوْنَہٗ فِی الْمَرْتَبَۃِ. وَالْحَدِیْثُ الضَّعِیْفُ الَّذِیْ بَلَغَ بِتَعَدُّدِ الطُّرُقِ مَرْتَبَۃَ الْحَسَنِ لِغَیْرِہٖ أَیْضًا مُجْمَعٌ عَلَیْہِ،

وَ مَا اشْتَھَرَ أَنَّ الْحَدِیْثَ الضَّعِیْفَ مُعْتَبَرٌ فِیْ فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ لَا فِیْ غَیْرِھَا، اَلْمُرَادُ مُفْرَدَاتُہٗ لَا مَجْمُوْعُھَا، لِأَنَّہٗ دَاخِلٌ فِی الْحَسَنِ لَا فِی الضَّعِیْفِ، صَرَّحَ بِہِ الْأَئِمَّۃُ.

وَ قَالَ بَعْضُھُمْ: إِنْ کَانَ الضَّعِیْفُ مِنْ جِھَۃِ سُوْءِ حِفْظٍ أَوِ اخْتِلَاطٍ أَوْ تَدْلِیْسٍ مَعَ وُجُوْدِ الصِّدْقِ وَ الدِّیَانَۃِ

يَنْجَبِرُ بِتَعَدُّدِ الطُّرُقِ، وَ إِنْ كَانَ مِنْ جِهَةِ اِتِّهَامِ الْكِذْبِ أَوِ الشُّذُوْذِ أَوْ فُحْشِ الْغَلَطِ لَا يَنْجَبِرُ بِتَعَدُّدِ الطُّرُقِ، وَ الْحَدِيْثُ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ بِالضُّعْفِ وَ مَعْمُوْلٌ بِهِ فِيْ فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ.

وَ عَلٰى مِثْلِ هٰذَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُحْمَلَ أَنَّ لُحُوْقَ الضَّعِيْفِ بِالضَّعِيْفِ لَا يُفِيْدُ قُوَّةً، وَ إِلَّا فَهٰذَا الْقَوْلُ ظَاهِرُ الْفَسَادِ، فَتَدَبَّرْ.

ترجمہ

دسویں فصل

باب احکام واعمال میں صحیح حدیث سے استدلال کرنا، یہ متفق علیہ اصول ہے، اوراسی طرح علمائے محدثینؒ کے نزدیک حدیثِ حسن لذاتہٖ سے استدلال کرنا بھی درست ہے، اورحدیث حسن لذاتہٖ اگرچہ صحیح سے درجے میں کم ہے، لیکن مقامِ استدلال میں صحیح کے ساتھ شریک وملحق ہے، اوروہ حدیثِ ضعیف، جواپنے تعددِ طرق کی وجہ سے حسن لغیرہٖ کے مرتبہ کوپہنچ گئی ہے، اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ اس سے استدلال کرنا درست ہے، اور یہ اصول جو مشہور ہے، کہ حدیثِ ضعیف فضائلِ اعمال میں معتبر ہے، اورباقی اعمال میں اس کا اعتبار نہیں ہے، اس سے تنہا اور مفرد حدیثِ ضعیف مراد ہے، جو بغیر تعددِ طرق کے ہو، چند احادیثِ

ضعیفہ کا مجموعہ مراد نہیں، اس لئے کہ مجموع ہونے کی بناء پر وہ ضعیف حدیث، حدیثِ حسن کی اقسام میں داخل ہو جائے گی، ضعیف میں داخل نہیں رہے گی، جیسے مشائخِ محدثین ؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔
اور بعض مشائخِ حدیث نے کہا کہ حدیثِ ضعیف کا ضعف اگر سوءِ حفظ، یا اختلاط، یا تدلیس کی وجہ سے ہو، اور صدق و دیانت بھی موجود ہو، تو اس حدیثِ ضعیف کے ضعف کا تعددِ طرق سے جبرِ نقصان اور تلافی ہو جاتی ہے، اور اگر اتہامِ کذب یا شذوذ یا ظاہری غلطیوں کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو، تو ایسا ضعف، تعددِ طرق سے پورا نہ ہوگا، بلکہ حدیث پر ضعیف ہی کا حکم لگایا جائے گا، لیکن فضائلِ اعمال میں ایسی حدیث پر عمل کیا جائے گا، اس وجہ سے مشائخِ حدیث کے اس قول کو محمول کرنا بھی مناسب ہے کہ حدیثِ ضعیف کا ضعیف کے ساتھ لاحق ہونا، یہ ضعیف کے اندر قوت پیدا کرنے کا سبب نہیں ہے، کیونکہ اگر محدثین ؒ کے قول کا یہ معنیٰ نہ لیا جائے، تو یہ قول اپنے ظاہر کے اعتبار سے صریح البطلان اور غلط ہو جائے گا۔
(اس لئے اس پر خوب غور کرو۔)

خلاصہ وتشریح

دسویں فصل: اس فصل میں مصنف ؒ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)..... احادیثِ طیبہ سے کن امور پر استدلال کیا جاتا ہے؟ اور وہ دو ہیں:

(۱)..... احکام (۲)..... فضائل

(۲)..... دوسرے یہ کہ احکام کس قسم کی احادیث سے ثابت ہوتے ہیں، اور کس سے نہیں؟ اور فضائل کس قسم کی حدیث سے ثابت ہوتے ہیں؟

پہلی بات: احکام کا ثبوت

احادیث صحیح لذاته اور لغیرہ، حسن لذاته اور حسن لغیرہ، اور وہ حسن جس کا ضعف تعددِ طرق سے ختم ہو جائے، ان سے احکام ثابت ہوتے ہیں، تو جب ان سے احکام ثابت ہوتے ہیں، تو فضائل بطریقِ اولیٰ ثابت ہوں گے۔

دوسری بات: فضائل کا ثبوت

وہ احادیثِ ضعیف جن کا ضعف تعددِ طرق سے دور نہ ہو، ان سے احکام ثابت نہیں ہوتے ہیں، البتہ فضائل ثابت ہوتے ہیں، اور فضائل میں ان کا اعتبار ہے۔

بعض حضراتِ محدثینؒ نے فرمایا: اگر حدیث میں ضعف، سوءِ حفظ، یا تدلیس یا کچھ اور خرابیوں کی بناء پر ہو، اور تعددِ طرق کی وجہ سے یہ کمی دور ہو جائے، تو یہ حدیثِ ضعیف، حسن کے درجہ میں جا کر قابلِ استدلال ہوگی، اور اگر تہمتِ کذب، شذوذ یا فحشِ غلط کی وجہ سے حدیث، ضعیف ہے، اور تعددِ طرق سے بھی کمزوری دور نہیں ہوتی، تو وہ حدیث، ضعیف ہی رہے گی، اس صورت میں اس سے احکام پر استدلال نہیں ہو سکتا، لیکن فضائلِ اعمال میں اس کا اعتبار ہوگا۔

متن

فَصْلٌ: لَمَّا تَفَاوَتَتْ مَرَاتِبُ الصَّحِيحِ، وَالصِّحَاحُ بَعْضُهَا أَصَحُّ مِنْ بَعْضٍ فَاعْلَمْ أَنَّ الَّذِىْ تَقَرَّرَ عِنْدَ جُمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِيْنَ أَنَّ صَحِيْحَ الْبُخَارِيِّ مُقَدَّمٌ عَلٰى

سَائِرِ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ حَتّٰى قَالُوْا: أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى صَحِيْحُ الْبُخَارِيِّ.

وَ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ رَجَّحُوْا صَحِيْحَ مُسْلِمٍ عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ، وَ الْجُمْهُوْرُ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ هٰذَا فِيْمَا يَرْجِعُ إِلٰى حُسْنِ الْبَيَانِ وَ جَوْدَةِ الْوَضْعِ وَ التَّرْتِيْبِ وَ رِعَايَةِ دَقَائِقِ الْإِشَارَاتِ وَمَحَاسِنِ النِّكَاتِ فِي الْأَسَانِيْدِ، وَ هٰذَا خَارِجٌ عَنِ الْمَبْحَثِ، وَ الْكَلَامُ فِي الصِّحَّةِ وَ الْقُوَّةِ وَ مَا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا، وَ لَيْسَ كِتَابٌ يُسَاوِيْ صَحِيْحَ الْبُخَارِيِّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ بِدَلِيْلِ كَمَالِ الصِّفَاتِ الَّتِيْ اُعْتُبِرَتْ فِي الصِّحَّةِ فِيْ رِجَالِهٖ، وَ بَعْضُهُمْ تَوَقَّفَ فِيْ تَرْجِيْحِ أَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ، وَالْحَقُّ هُوَ الْأَوَّلُ.

وَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ اِتَّفَقَ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَلٰى تَخْرِيْجِهٖ يُسَمّٰى مُتَّفَقًا عَلَيْهِ، وَ قَالَ الشَّيْخُ بِشَرْطِ أَنْ يَّكُوْنَ عَنْ صَحَابِيٍّ وَّاحِدٍ.

وَ قَالُوْا: مَجْمُوْعُ الْأَحَادِيْثِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهَا أَلْفَانِ وَ ثَلٰثُمِائَةٍ وَ سِتَّةٌ وَّ عِشْرُوْنَ: وَ بِالْجُمْلَةِ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الشَّيْخَانِ مُقَدَّمٌ عَلٰى غَيْرِهٖ، ثُمَّ مَا تَفَرَّدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ، ثُمَّ مَا تَفَرَّدَ بِهٖ مُسْلِمٌ، ثُمَّ مَا كَانَ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ، ثُمَّ مَا هُوَ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، ثُمَّ مَا هُوَ

عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ، ثُمَّ مَا هُوَ رَوَاهُ مَنْ غَيْرُهُمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ الَّذِيْنَ الْتَزَمُوْا الصِّحَّةَ وَ صَحَّحُوْهُ، فَالْأَقْسَامُ سَبْعَةٌ.

وَ الْمُرَادُ بِشَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ أَنْ يَّكُوْنَ الرِّجَالُ مُتَّصِفِيْنَ بِالصِّفَاتِ الَّتِيْ يَتَّصِفُ بِهَا رِجَالُ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ مِنَ الضَّبْطِ وَ الْعَدَالَةِ وَ عَدَمِ الشُّذُوْذِ وَ النَّكَارَةِ وَ الْغَفْلَةِ.

وَ قِيْلَ: اَلْمُرَادُ بِشَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ رِجَالُهُمَا أَنْفُسُهُمْ، وَ الْكَلَامُ فِيْ هٰذَا طَوِيْلٌ ذَكَرْنَاهُ فِيْ مُقَدِّمَةِ شَرْحِ سَفَرِ السَّعَادَةِ.

ترجمہ

گیارہویں فصل

جب صحیح حدیث کے درجات اور مراتب میں فرق ہے، تو احادیث میں بعض احادیث، بعض کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہیں، چنانچہ جان لو، جمہور مشائخ حدیث کے یہاں امام بخاریؒ کی جامع صحیح باقی تمام مدون شدہ کتب حدیث پر مقدم ہے، یہاں تک کہ اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں: أصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ: صحیح البخاری، یعنی قرآن کریم کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے، بعض مشائخ مغرب

نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، لیکن جمہور محدثین کے یہاں صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر صحت وقوت میں ترجیح نہیں ہے، بلکہ صرف ان امور میں ترجیح ہے، جو عبارتِ کتاب، تعبیر کی خوبی، اور کتاب کے جمع وتالیف میں صحت ودرستی اور ترتیب میں خوش اسلوبی اور سلسلۂ رُوات واسانید میں پاکیزہ خوبیوں اور دیگر اسرار ورموز کی باریکیوں کی نگہداشت کے لحاظ سے اس میں پائی جاتی ہیں، توان امور میں صحیح مسلم کی ترجیح، صحیح بخاری پر بحث وبیان سے خارج ہے، کیونکہ کلام ان زائد امور میں نہیں ہے، بلکہ صرف صحت وقوت کے متعلقہ امور میں ہے، اور اس بارے میں کوئی کتاب صحیح بخاری کے درجہ میں اس کے برابر نہیں ہے، اس لئے کہ جو شرائط حدیث کی صحت کے بارے میں ملحوظ ہونی چاہئیں، وہ بخاری شریف کے رُوات میں کامل طور پر موجود ہیں۔

بعض مشائخ حدیث نے ان دونوں کتابوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دینے میں توقف کیا ہے، لیکن صحیح اور حق بات پہلی ہی ہے۔

وہ حدیث جس کی صحت پر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں متفق ہوں، وہ حدیث متفق علیہ کہلاتی ہے، اور شیخ حافظ ابنِ حجرؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث متفق علیہ کی شرط یہ ہے کہ ایک ہی صحابی سے منقول ومروی ہو۔

مشائخِ حدیث نے کہا ہے کہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ احادیث کی مجموعی تعداد تقریباً دو ہزار تین سو چھبیس (۲۳۲۶) ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس حدیث پر شیخینؒ یعنی (بخاریؒ ومسلمؒ) متفق اور جمع

ہوں، تو ایسی حدیث جملہ اقسامِ حدیث پر مقدم ہوگی، پھر وہ حدیث، جو صرف بخاری میں ہو، پھر وہ حدیث جو صرف مسلم میں ہو، پھر وہ حدیث، جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہو، پھر وہ حدیث، جو صرف بخاری کی شرط پر ہو، پھر وہ حدیث، جو صرف مسلم کی شرط پر ہو، پھر وہ حدیث جو ان کے علاوہ دیگر ائمہؒ نے روایت کی ہیں، اور ان کی صحت کا انہوں نے التزام بھی کیا ہے، تو یہ کل سات قسمیں ہوگئیں۔

بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ راوی ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو، جن کے ساتھ بخاری و مسلم کے راوی موصوف ہیں، یعنی ضبط، عدالت، عدمِ شذوذ، عدمِ نکارت، عدمِ غفلت وغیرہ، اور بعض مشائخِ احادیثؒ نے کہا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرائط سے مراد یہ ہے کہ جو راوی بخاری و مسلم کے ہیں، بعینہٖ وہی راوی اپنی ذات و صفات کے ساتھ دوسری کتب میں ہوں۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں گفتگو تفصیل طلب ہے، اور اس کو ہم نے "شرح سفر السعادۃ" میں تفصیل سے لکھ دیا ہے۔

خلاصہ وتشریح

گیارہویں فصل: اس فصل میں مصنفؒ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)..... بخاری شریف تمام کتبِ حدیث میں سب پر مقدم اور فائق ہے۔

(۲)..... احادیث میں سات درجات ہیں۔

پہلی بات:.....بخاری شریف کا تمام کتبِ حدیث میں مقدم ہونا

ماقبل کے سبق سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ صحیح احادیث میں بھی درجات ہیں، اس لئے جمہور محدثینؒ کے نزدیک بخاری شریف تمام کتبِ حدیث میں مقدم اور راجح ہے، اس لئے حضراتِ محدثینؒ نے بخاری شریف کے بارے میں فرمایا ہے:

"أصح الكتب بعد كتاب الله تعالىٰ: صحيح البخاري"

یعنی قرآن کریم کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔

مغربی ممالک میں بعض محدثینؒ نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، لیکن جمہورِ محدثینؒ نے فرمایا: یہ ترجیح صحیح نہیں ہے، کیونکہ مسلم شریف کا بخاری شریف پر فائق ہونا، بیان کی خوبی، وضع وترتیب کی عمدگی، اسرار ورموز کی باریک بینی اور سندوں میں نکات کی خوبی کی وجہ سے ہے، اور یہ ہماری بحث سے خارج ہے، کیونکہ بحث یہ ہے کہ صحت وقوت کے اعتبار سے کون سی کتاب راجح ہے؟ اس لحاظ سے بخاری شریف ہی فائق ومقدم ہے۔

دوسری بات:.....احادیث کے سات درجات

(۱).....وہ حدیث، جو بخاری ومسلم دونوں میں ہو، وہ سب سے مقدم ہے، یہ پہلا درجہ ہے، ایسی حدیث کو متفق علیہ کہتے ہیں، یہ حدیث سب پر فائق ہے۔

(۲).....جو حدیث صرف بخاری شریف میں ہو۔

(۳).....جو حدیث صرف مسلم شریف میں ہو۔

(۴).....وہ حدیث جو بخاری شریف ومسلم شریف، دونوں کی شرط کے مطابق ہو۔

(۵).....وہ حدیث، جو صرف بخاری شریف کی شرط کے مطابق ہو۔

(۶).....وہ حدیث، جو صرف مسلم شریف کی شرط کے مطابق ہو۔

(۷).....وہ حدیث، جو بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق تو نہ ہو، لیکن صحیح ہو۔

یہ سات درجات ہیں۔

بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہونے کا مطلب

بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہونے کا کیا مطلب ہے؟، اس میں دو قول ہیں:

(۱).....امام بخاریؒ و مسلمؒ نے بخاری و مسلم شریف میں حدیث شریف لینے کے لئے ان کے راویوں میں جن اوصاف کا لحاظ کیا ہے، وہ اوصاف ان روایات کے راویوں میں بھی موجود ہوں، جیسے ضبط، عدالت، عدمِ شذوذ، عدمِ غفلت وغیرہ۔

(۲).....جن راویوں سے امام بخاریؒ و مسلمؒ نے روایت کی ہے، انہی راویوں سے وہ روایتیں لی جائیں، جو بخاری و مسلم میں نہیں ہیں، ان میں سے پہلا قول راجح ہے۔

متن

فَصْلٌ: اَلْأَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ لَمْ تَنْحَصِرْ فِيْ صَحِيْحَيِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ وَ لَمْ يَسْتَوْعِبَا الصِّحَاحَ كُلَّهَا، بَلْ هُمَا مُنْحَصِرَانِ فِي الصِّحَاحِ.

وَ الصِّحَاحُ الَّتِيْ عِنْدَهُمَا وَ عَلٰى شَرْطِهِمَا أَيْضًا لَمْ يُوْرِدَاهَا فِيْ كِتَابَيْهِمَا فَضْلًا عَمَّا عِنْدَ غَيْرِهِمَا.

قَالَ الْبُخَارِيُّ: مَا أَوْرَدْتُ فِيْ كِتَابِيْ هٰذَا إِلَّا مَا صَحَّ وَ لَقَدْ تَرَكْتُ كَثِيْرًا مِنَ الصِّحَاحِ.

وَ قَالَ مُسْلِمٌ: اَلَّذِیْ اَوْرَدْتُّ فِیْ هٰذَا الْكِتَابِ مِنَ الْأَحَادِيْثِ صَحِيْحٌ، وَ لَا أَقُوْلُ أَنَّ مَا تَرَكْتُ ضَعِيْفٌ.

وَ لَا بُدَّ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْ هٰذَا التَّرْكِ وَالْإِتْيَانِ وَجْهُ تَخْصِيْصِ الْإِيْرَادِ وَ التَّرْكِ، إِمَّا مِنْ جِهَةِ الصِّحَّةِ أَوْ مِنْ جِهَةِ مَقَاصِدَ أُخَرَ.

وَ الْحَاكِمُ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ النَّيْسَابُوْرِيُّ صَنَّفَ كِتَابًا سَمَّاهُ "اَلْمُسْتَدْرَكُ" بِمَعْنٰى أَنَّ مَا تَرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ مِنَ الصِّحَاحِ أَوْرَدَهُ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ وَ تَلَافٰى وَ اسْتَدْرَكَ بَعْضَهَا عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَ بَعْضَهَا عَلٰى شَرْطِ أَحَدِهِمَا، وَ بَعْضَهَا عَلٰى غَيْرِ شَرْطِهِمَا، وَ قَالَ: إِنَّ الْبُخَارِيَّ وَ مُسْلِمًا لَمْ يَحْكُمَا بِأَنَّهُ لَيْسَ أَحَادِيْثُ صَحِيْحَةٌ غَيْرَ مَا خَرَّجَاهُ فِيْ هٰذَيْنِ الْكِتَابَيْنِ، وَ قَالَ: قَدْ حَدَثَ فِيْ عَصْرِنَا هٰذَا فِرْقَةٌ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ أَطَالُوْا أَلْسِنَتَهُمْ بِالطَّعْنِ على أَئِمَّةِ الدِّيْنِ بِأَنَّ مَجْمُوْعَ مَا صَحَّ عِنْدَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيْثِ لَمْ يَبْلُغْ زُهَاءَ عَشَرَةِ آلَافٍ وَ نُقِلَ عَنِ الْبُخَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: حَفِظْتُ مِنَ الصِّحَاحِ مِائَةَ أَلْفِ حَدِيْثٍ، وَ مِنْ غَيْرِ الصِّحَاحِ مِائَتَيْ أَلْفٍ.

وَ الظَّاهِرُ ـ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ـ أَنَّهُ يُرِيْدُ الصَّحِيْحَ عَلٰى شَرْطِهِ، وَ مَبْلَغُ مَا أَوْرَدَ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ مَعَ التَّكْرَارِ

سَبْعَةُ آلافٍ وَ مِائَتَانِ وَ خَمْسٌ وَ سَبْعُوْنَ حَدِيْثًا، وَ بَعْدَ حَذْفِ التَّكْرَارِ أَرْبَعَةُ آلافٍ.

وَ لَقَدْ صَنَّفَ الْآخَرُوْنَ مِنَ الْأَئِمَّةِ صِحَاحًا مِثْلَ صَحِيْحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ الَّذِیْ يُقَالُ لَهٗ: "إِمَامُ الْأَئِمَّةِ" وَ هُوَ شَيْخُ ابْنِ حِبَّانَ، وَ قَالَ اِبْنُ حِبَّانَ فِیْ مَدْحِهٖ: مَا رَأَيْتُ عَلٰی وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدًا أَحْسَنَ فِیْ صَنَاعَةِ السُّنَنِ وَ أَحْفَظَ لِلْأَلْفَاظِ الصَّحِيْحَةِ مِنْهُ، كَأَنَّ السُّنَنَ وَ الْأَحَادِيْثَ كُلَّهَا نَصْبُ عَيْنِهٖ.

وَ مِثْلَ صَحِيْحِ ابْنِ حِبَّانَ تِلْمِيْذِ ابْنِ خُزَيْمَةَ ثِقَةٌ، ثَبْتٌ، فَاضِلٌ، إِمَامٌ فَهَّامٌ، وَ قَالَ الْحَاكِمُ: كَانَ ابْنُ حِبَّانَ مِنْ أَوْعِيَةِ الْعِلْمِ وَ اللُّغَةِ وَ الْحَدِيْثِ وَ الْوَعْظِ وَ كَانَ مِنْ عُقَلَاءِ الرِّجَالِ.

وَ مِثْلَ صَحِيْحِ الْحَاكِمِ أَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ النَّيْسَابُوْرِیِّ الْحَافِظِ الثِّقَةِ الْمُسَمّٰی بِالْمُسْتَدْرَكِ، وَ قَدْ تَطَرَّقَ فِیْ كِتَابِهِ التَّسَاهُلُ وَ أَخَذُوْا عَلَيْهِ، وَ قَالُوْا: اِبْنُ خُزَيْمَةَ وَ اِبْنُ حِبَّانَ أَمْكَنُ وَ أَقْوٰی مِنَ الْحَاكِمِ وَ أَحْسَنُ وَ أَلْطَفُ فِی الْأَسَانِيْدِ وَ الْمُتُوْنِ.

وَ مِثْلَ الْمُخْتَارَةِ لِلْحَافِظِ ضِيَاءِ الدِّيْنِ الْمَقْدِسِیِّ، وَ هُوَ أَيْضًا خَرَّجَ صِحَاحًا لَيْسَتْ فِی الصَّحِيْحَيْنِ، وَ

قَالُوْا: كِتَابُهٗ أَحْسَنُ مِنَ الْمُسْتَدْرَكِ.

وَ مِثْلَ صَحِيْحِ أَبِيْ عَوَانَةَ وَابْنِ السَّكَنِ وَالْمُنْتَقٰى لِابْنِ جَارُوْدَ.

وَ هٰذِهِ الْكُتُبُ كُلُّهَا مُخْتَصَّةٌ بِالصِّحَاحِ وَ لٰكِنَّ جَمَاعَةً اِنْتَقَدُوْا عَلَيْهَا تَعَصُّبًا أَوْ اِنْصَافًا وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ

بارہویں فصل

صحیح حدیثیں صرف بخاری و مسلم ہی میں منحصر و محدود نہیں، اور نہ ہی امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے تمام کی تمام صحیح حدیثوں کو اپنی کتاب میں جمع کیا ہے، بلکہ جتنی احادیث ان دونوں کتابوں میں ہیں، وہ ان کے نزدیک صحیح ہیں۔

بہت سی وہ صحیح حدیثیں، جو ان دونوں اماموں کے نزدیک صحیح ہیں، اور وہ حدیثیں، جو ان کی شرائط کے مطابق ہیں، ان کو یہ دونوں محدث اپنی کتابوں میں نہیں لائے، چہ جائیکہ وہ صحیح حدیثیں ذکر کرتے، جو ان دونوں کے علاوہ دیگر محدثینؒ کے نزدیک صحیح ہیں۔

امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی اس کتاب میں صرف وہ حدیثیں ذکر کی ہیں، جو صحیح ہیں، اور بہت سی صحیح حدیثوں کو میں نے ترک کر دیا

ہے۔

امام مسلمؒ نے فرمایا ہے کہ جو حدیثیں میں اس کتاب میں لایا ہوں، وہ سب کی سب صحیح ہیں، اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو حدیثیں میں نے چھوڑ دی ہیں، وہ سب ضعیف ہیں۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کتابوں میں بہت سی صحیح حدیثیں ذکر کرنے، اور بہت سی صحیح حدیثیں ترک کرنے میں کوئی خاص سبب ہے، اور وہ سبب یا تو صحت کی قوت وزیادتی کا اعتبار ہے، یا دوسری وجوہات ہیں۔

اور حاکم ابو عبداللہ نیشاپوریؒ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے، جس کا نام "مستدرک" رکھا ہے، اور یہ استدراک بایں معنٰی کہ اس میں وہ تمام حدیثیں ذکر کی ہیں، جو امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے اپنی کتابوں میں چھوڑ دی ہیں، اور حاکمؒ نے بعض حدیثیں شیخینؒ کی شرط پر، اور بعض دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر، اور بعض ان دونوں کے علاوہ دوسری شروطِ صحت کو ملحوظ رکھ کر مستدرک میں جمع کی ہیں، اور حاکمؒ نے کہا کہ بخاریؒ اور مسلمؒ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان دونوں کتابوں میں لائی ہوئی حدیثوں کے علاوہ اور احادیث صحیح نہیں ہیں۔

اور حاکمؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ ہمارے اس زمانے میں اہلِ بدعت کی ایک جماعت پیدا ہوئی ہے، جو ائمۂ دینؒ پر طعن و تشنیع کرتی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ تمہاری صحیح حدیثوں کا مجموعہ اندازاً صرف دس ہزار (۱۰۰۰۰) تک

پہنچتا ہے، حالانکہ امام بخاریؒ سے منقول ہے، وہ فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دولاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں۔(امام بخاریؒ کے اس قول "وَ لَقَدْ تَرَکْتُ کَثِیْرًا مِنَ الصِّحَاحِ" سے ان کا اعتراض ختم ہوگیا۔)

امام بخاریؒ کے اس کلام سے ظاہری طور پر...اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ...کہ صحیح سے ان کی مراد وہ ہی صحیح حدیثیں ہیں، جو ان کی مقررہ شرائط کے معیار کے مطابق ہوں۔

اور امام بخاریؒ اپنی کتاب میں جو حدیثیں لائے ہیں مع تکرار کے، وہ سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) ہیں، اور مکررات کے حذف کے بعد ان کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔

اور دوسرے مشائخِ حدیثؒ نے بھی اپنی کتابوں میں صحیح حدیثیں جمع کی ہیں، جیسے صحیح ابنِ خزیمہؒ، اور یہ ابنِ خزیمہؒ وہ بزرگ ہیں، جن کو "امام الأئمہ" کہا جاتا ہے، اور یہ ابنِ حبانؒ کے استاذ ہیں، اور ابنِ حبانؒ اپنے استاذ کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ میں نے روئے زمین پر کسی کو فنِ حدیث میں ان سے بہتر نہیں پایا، اور صحیح الفاظ کا ان سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا، گویا تمام سنن واحادیث ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں، اور ابنِ حبان، ابنِ خزیمہ کے شاگرد ہیں، اور نہایت مستند ماہرِ فن اور صاحبِ فراست امام ہیں۔

اور حاکمؒ نے کہا ہے کہ ابنِ حبانؒ علمِ لغت، حدیث اور وعظ کے خزانے

ہیں، اور عقل مند لوگوں میں سے ہیں۔

اور حاکم ابو عبداللہ نیشاپوریؒ کی، جو حافظِ حدیث اور معتمد ہیں، ان کی صحیح کا نام " مستدرک " ہے، لیکن حاکمؒ نے اپنی کتاب کے اندر چشم پوشی سے کام لیا ہے، اور سہولت سے کام لیا ہے، جس کی وجہ سے محدثینؒ نے ان پر گرفت کی ہے، اور کہا ہے کہ ابنِ خزیمہ اور ابنِ حبان حاکم کے مقابلے میں زیادہ متمکن اور قوی ہیں، اور احادیث کی اسانید اور متون کے بارے میں زیادہ باریک بین اور احسن ہیں۔

اور حافظ ضیاء الدین مقدسیؒ کی تصنیف " مختارة " ہے، انہوں نے اس میں ان صحیح حدیثوں کی تخریج کی ہے، جو بخاری و مسلم میں نہیں ہیں، اور مشائخِ حدیثؒ نے کہا ہے کہ حافظ مقدسیؒ کی یہ کتاب مستدرکِ حاکم سے صحتِ احادیث کے اعتبار سے زیادہ احسن و بہتر ہے۔

اور جیسے صحیح ابنِ عوانہؒ، صحیح ابنِ سکنؒ، اور منتقی لابن جارودؒ وغیرہ، یہ تمام کتابیں صحیح احادیث کے ساتھ مختص ہیں، لیکن محدثینؒ کی ایک جماعت نے ان سب کتابوں پر سخت تنقید کی ہے، جس میں بعض نے تعصب کی بناء پر جانب داری سے کام لیا ہے، اور بعض نے میانہ روی اور انصاف سے کام لیا ہے، اور ہر ذی علم سے اوپر (اللہ علیم) زیادہ علم رکھنے والا ہے، واللہ اعلم۔

خلاصہ وتشریح

بارہویں فصل: اس فصل میں مصنفؒ نے فرمایا کہ احادیثِ صحیحہ صرف بخاری ومسلم میں منحصر نہیں ہیں، بلکہ ان کے علاوہ حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ہیں، البتہ ان دونوں میں جواحادیث ہیں، وہ صحیح ہیں، چنانچہ حافظ ابوعبداللہ نیشاپوریؒ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے، جس کا نام "مستدرک" رکھا ہے، اس کتاب میں جواحادیث بخاری ومسلم میں رہ گئی تھیں، ان کوذکر کیا ہے۔

پھراس کے بعدایک فرقۂ اہلِ بدعت کی تردید فرمائی ہے کہ ہمارے زمانے میں اہلِ بدعت کاایک فرقہ پیدا ہوا ہے، جوحضراتِ محدثینؒ اورراویانِ حدیث پراعتراض کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تمہارے پاس جوصحیح احادیث کا مجموعہ ہے، ان کی تعداددس ہزار (۱۰۰۰۰) تک بھی نہیں پہنچتی، حالانکہ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ مجھے صحیح احادیث ایک لاکھ اور غیرصحیح احادیث دولاکھ یادہیں، ان کا یہ اعتراض غلط ہے، کیونکہ امام بخاریؒ خودفرماتے ہیں: "وَلَقَدْ تَرَكْتُ كَثِيْرًا مِنَ الصِّحَاحِ".

اورظاہر یہی ہے کہ صحیح سے مراد وہ ہی ہوں گی، جوان کی شرط کے مطابق ہوں، بخاری شریف میں جوصحیح احادیث ہیں، ان کی تعدادسات ہزاردوسوپچھتر (۷۲۷۵)، اور تکرار کے حذف کے بعدچار ہزار (۴۰۰۰) رہ جاتی ہیں۔

ان دونوں کے علاوہ باقی دیگر کتابوں میں بھی صحیح احادیث موجودہیں، جیسے صحیح ابنِ خزیمہؒ، صحیح ابنِ حبانؒ، صحیح ابنِ عوانہؒ، صحیح ابنِ سکنؒ، اورالمنتقی لابنِ جارودؒ، اورالمختارۃ للحافظ ضیاء الدین المقدسیؒ، ان سب میں صحیح احادیث

موجود ہیں، تو معلوم ہوا کہ بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی صحیح احادیث ہیں۔

متن

فَصْلٌ: اَلْكُتُبُ السِّتَّةُ الْمَشْهُوْرَةُ الْمُقَرَّرَةُ فِی الْإِسْلَامِ اَلَّتِیْ يُقَالُ لَهَا: اَلصِّحَاحُ السِّتَّةُ هِیَ: صَحِيْحُ الْبُخَارِیِّ، وَصَحِيْحُ مُسْلِمٍ، وَالْجَامِعُ لِلتِّرْمِذِیِّ وَالسُّنَنُ لِأَبِیْ دَاوٗدَ وَ النَّسَائِیُّ، وَ سُنَنُ اِبْنِ مَاجَه، وَ عِنْدَ الْبَعْضِ الْمُوَطَّأُ بَدْلَ اِبْنِ مَاجَه، وَ صَاحِبُ جَامِعِ الْأُصُوْلِ اِخْتَارَ الْمُوَطَّأَ.

وَ فِیْ هٰذِهِ الْكُتُبِ الْأَرْبَعَةِ أَقْسَامٌ مِنَ الْأَحَادِيْثِ مِنَ الصِّحَاحِ وَ الْحِسَانِ وَالضِّعَافِ، وَتَسْمِيَتُهَا بِالصِّحَاحِ السِّتَّةِ بِطَرِيْقِ التَّغْلِيْبِ، وَ سَمّٰی صَاحِبُ الْمَصَابِيْحِ أَحَادِيْثَ غَيْرِ الشَّيْخَيْنِ بِالْحِسَانِ وَ هُوَ قَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، قَرِيْبٌ مِنَ الْمَعْنَی اللُّغَوِیِّ أَوْ هُوَ اِصْطِلَاحٌ جَدِيْدٌ مِنْهُ.

وَ قَالَ بَعْضُهُمْ: كِتَابُ الدَّارِمِیِّ أَحْرٰی وَ أَلْيَقُ بِجَعْلِهٖ سَادِسَ الْكُتُبِ لِأَنَّ رِجَالَهٗ أَقَلُّ ضُعْفًا، وَ وُجُوْدُ الْأَحَادِيْثِ الْمُنْكَرَةِ وَ الشَّاذَّةِ فِيْهِ نَادِرٌ وَلَهٗ أَسَانِيْدُ عَالِيَةٌ، وَ ثُلَاثِيَّاتُهٗ أَكْثَرُ مِنْ ثُلَاثِيَّاتِ الْبُخَارِیِّ.

وَ هٰذِهِ الْمَذْكُورَاتُ مِنَ الْكُتُبِ أَشْهَرُ الْكُتُبِ وَ غَيْرُهَا مِنَ الْكُتُبِ كَثِيرَةٌ شَهِيرَةٌ.

وَ لَقَدْ أَوْرَدَ السُّيُوطِيُّ فِيْ كِتَابِ جَمْعِ الْجَوَامِعِ مِنْ كُتُبٍ كَثِيرَةٍ يَتَجَاوَزُ خَمْسِيْنَ مُشْتَمِلَةً عَلَى الصِّحَاحِ وَ الْحِسَانِ وَ الضِّعَافِ، وَ قَالَ: مَا أَوْرَدْتُ فِيْهَا حَدِيْثًا مَوْسُوْمًا بِالْوَضْعِ اِتَّفَقَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰى تَرْكِهِ وَ رَدِّهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

وَ ذَكَرَ صَاحِبُ الْمِشْكَاةِ فِيْ دِيْبَاجَةِ كِتَابِهِ جَمَاعَةً مِنَ الْأَئِمَّةِ الْمُتْقِنِيْنَ، وَ هُمْ: اَلْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ، وَ الْإِمَامُ مَالِكٌ، وَالْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ، وَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَ التِّرْمِذِيُّ، وَ أَبُوْ دَاوٗدَ، وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَه، وَ الدَّارِمِيُّ، وَ الدَّارَقُطْنِيُّ، وَ الْبَيْهَقِيُّ، وَ رَزِيْنٌ، وَ أَجْمَلَ فِيْ ذِكْرِغَيْرِهِمْ، وَكَتَبْنَا أَحْوَالَهُمْ فِيْ كِتَابٍ مُفْرَدٍ مُسَمًّى "بِالْإِكْمَالِ بِذِكْرِ أَسْمَاءِ الرِّجَالِ" وَ مِنَ اللّٰهِ التَّوْفِيْقُ، وَ هُوَ الْمُسْتَعَانُ فِي الْمَبْدَأِ وَ الْمَآلِ.

وَ أَمَّا الْإِكْمَالُ فِيْ أَسْمَاءِ الرِّجَالِ لِصَاحِبِ الْمِشْكَاةِ، فَهُوَ مُلْحَقٌ فِيْ آخِرِ هٰذَا الْكِتَابِ.

ترجمہ

تیرہویں فصل

علمِ حدیث کی وہ چھ کتابیں، جو دنیاءِ اسلام میں مشہور ہیں، اور اسلام میں مقرر و مقبول ہیں، جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے، وہ یہ ہیں: صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، نسائی، ابن ماجه.

بعض مشائخِ حدیث کے یہاں مؤطا امام مالکؒ، ابن ماجہؒ کی جگہ صحاح ستہ میں داخل ہے، چنانچہ صاحبِ جامع الاصول نے مؤطا امام مالک کو ہی صحاح ستہ میں شمار کیا ہے، البتہ پہلی چار کتابوں میں احادیث کی اقسام یعنی صحیح، حسن، ضعیف میں سے ہر قسم کی احادیث پائی جاتی ہیں، ایسی صورت میں ان کتابوں کا نام صحاحِ ستہ رکھنا تغلیبی طریقہ سے ہے۔

صاحبِ مصابیح یعنی امام بغویؒ نے غیرِ شیخینؒ کی احادیث کو حسان سے تعبیر کیا ہے، اور ان کی یہ تعبیر معنیٔ لغوی کے قریب ہے، یا ان کی اپنی جدید اصطلاح ہے۔

بعض مشائخِ حدیث نے کہا کہ امامِ دارمیؒ کی کتاب "سننِ دارمی" صحاح ستہ میں شمار ہونے کا زیادہ حق رکھتی ہے، اس لئے کہ دارمی کے رُوات و اسناد میں ضعف بہت کم ہے، منکر اور شاذ حدیثیں اس میں بالکل نہ ہونے

کے برابر ہیں، اوراس کی اسناد بھی عالی ہیں، اوران کی ثلاثیات بھی امام بخاریؒ کی ثلاثیات سے زیادہ ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام مذکورہ کتب بہت مشہور ہیں، اور صحیح ہیں، اوران کے علاوہ بھی بہت سی کتب فنِ حدیث میں مشہور و معروف ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب "جمع الجوامع" میں حدیث کی بہت سی کتابوں، جن کی تعداد پچاس (۵۰) سے بھی متجاوز ہے، سے صحیح، حسن، ضعیف حدیثیں ذکر کی ہیں، اور یہ بھی کہا کہ اس کتاب میں، میں ایسی کوئی حدیث نہیں لایا، جس کو موضوع کہا گیا ہو، یا جس کے ترک کرنے، اور ردّ کرنے پر حضراتِ محدّثینؒ نے اتفاق کیا ہو، واللہ اعلم۔

اور صاحبِ مشکوٰۃؒ نے مشکوٰۃ شریف کے دیباچہ میں ثقات اور معتمد علیہ اکابر محدّثینؒ کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے، جن میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام دارمیؒ، امام دار قطنیؒ، امام بیہقیؒ، امام رزینؒ ہیں، اوران کے علاوہ دیگر بزرگوں کے نام کی تصریح نہیں کی، ہم نے اس سب کے حالات وسوانح ایک مستقل کتاب میں لکھ دیئے ہیں، جس کا نام "الاکمال بذکر أسماء الرجال" ہے، اللہ پاک کی جانب سے ہی اچھے کام پر توفیق ہوتی ہے، اوراسی رب کریم ہی سے ہر کام کے آغاز اور انجام پر (خصوصاً اس مقدمہ کی ترتیب پر) مدد چاہی جاتی ہے، اور "الاکمال فی أسماء الرجال" یہ صاحبِ مشکوٰۃ کا رسالہ ہے، جو اس

کتاب کے آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔

خلاصہ وتشریح

تیرہویں فصل: اس فصل میں مصنفؒ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)..... صحاح ستہ کن کتابوں کو کہتے ہیں؟

(۲)..... ان کو صحاح ستہ کہنا کس اعتبار سے ہے؟

پہلی بات:..... صحاح ستہ کن کتابوں کو کہتے ہیں؟

صحاح ستہ حدیث کی مشہور چھ کتابوں کو کہتے ہیں:

(۱)..... صحیح بخاری، (۲)..... صحیح مسلم، (۳)..... جامع ترمذی،

(۴)..... سنن ابی داود، (۵)..... نسائی شریف، (۶)..... ابن ماجہ،

جب صحاح ستہ کہا جاتا ہے، تو یہ چھ کتابیں مراد ہوتی ہیں۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ چھٹی کتاب ابن ماجہ کی جگہ مؤطا امام مالکؒ ہے، اور بعض حضرات نے کہا کہ سننِ دارمی ہے۔

دوسری بات:..... صحاح ستہ کہنا کس اعتبار سے ہے؟

ان چھ کتابوں کو تغلیبا صحاح کہتے ہیں، یعنی ان کتابوں میں اکثر صحیح احادیث ہیں، اس لئے ان کو صحاح کہتے ہیں، ورنہ ان کتابوں میں احادیثِ حسان بھی ہیں، اور احادیثِ ضعیفہ بھی ہیں، تو للاکثر حکم الکل کے قاعدے سے ان کو صحاح کہتے ہیں۔

قولہ: و ذکر صاحب مشکوٰۃ .... الخ

آخر میں شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ نے ایک بات اور بیان کی ہے کہ صاحبِ مشکوٰۃ نے

مشکوۃ شریف کے دیباچہ میں حضرات محدثینؒ کی ایک جماعت کا ذکر فرمایا ہے، جیسے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام دارمیؒ، امام دارقطنیؒ، امام بیہقیؒ، امام رزینؒ وغیرہ، میں نے ان کے حالات وسوانح کو اپنی کتاب "الإکمال بذکر أسماء الرجال" میں ذکر کیا ہے۔

صاحبِ مشکوۃ نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "الإکمال فی أسماء الرجال" ہے، وہ مشکوۃ شریف کے آخر میں منسلک ہے، دونوں کے نام ملتے جلتے ہیں، اور موضوع بھی ایک ہی ہے، پہلی کتاب کا نام "الإکمال بذکر أسماء الرجال" ہے، اور دوسری کتاب کا نام "الإکمال فی أسماء الرجال" ہے۔

(واللہ الموفّق وھو المستعان فی المبدء والمآل خصوصاً فی ھٰذہِ المقدّمة)

و صلّی اللہ تعالیٰ علی النبیّ الکریم محمّد و آلہٖ و أصحابہٖ أجمعین

إلیٰ یوم الدّین

تمّت

○

بندہ عبدالرؤف سکھروی غفر اللہ لہ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۲۰۱۱ء

بروز بدھ، بوقت ۱۲:۰۹

مُقدمہ مشکوٰۃ کی آسان شرح

درسِ نظامی کے درجہ موقوف علیہ میں مشکوٰۃ المصابیح سے پہلے فنِ اصولِ حدیث میں "مُقدمہ مشکوٰۃ" درساً پڑھایا جاتا ہے، جو بہت مختصر اور جامع ترین ہے، اب تک اردو زبان میں اس کی آسان اور عام فہم شرح دستیاب نہیں تھی **حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم** کے ہاں عرصہ سے مشکوٰۃ شریف مع "مُقدمہ مشکوٰۃ" زیرِ درس ہے، حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے مشکل کتب اور مباحث کو اختصار و جامعیت کے ساتھ نہایت سہل انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے، اسی وجہ سے طلباء میں آپ کا درس مقبول ہے، چنانچہ طلباء کی فرمائش پر "مُقدمہ مشکوٰۃ" کے دروس کو باقاعدہ مرتب کر کے اور حضرت والا کی نظرِ ثانی کے بعد **مُقدمہ مشکوٰۃ کی آسان شرح** کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اساتذۂ کرام، طلباء اور طالبات کے لئے ماشاء اللہ یہ ایک آسان اور عام فہم شرح ہے، جس میں اس کتاب کی مباحث کو بہت خوش اسلوبی کے ساتھ دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے، اور اس میں درج ذیل خصوصیات ہیں:

- ★ مُقدمہ مشکوٰۃ کے متن کی صحت کا مع اعراب خاص اہتمام کیا گیا ہے۔
- ★ متن کا سلیس اور عام فہم اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔
- ★ ہر فصل کا سہل انداز میں جامع خلاصہ بیان کیا گیا ہے جس سے اس کا سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔
- ★ علمِ اصولِ حدیث کی اصطلاحات کی تعریف آسان انداز میں کی گئی ہے۔

ان خصوصیات کی وجہ سے اب مُقدمہ مشکوٰۃ کا پڑھنا اور پڑھانا آسان ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے طلباء کو بہت جلد علمِ اصولِ حدیث سے مناسبت ہو جاتی ہے اور شرح نخبۃ الفکر کا پڑھنا بھی کچھ مشکل نہیں رہتا۔

مکتبۃ الاسلام کراچی

موبائل : 0300-8245793

ای میل : Maktabatulislam@gmail.com

ویب سائٹ : Www.Maktabatulislam.com